احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین
ماہنامہ منہاج القرآن لاہور
جنوری 2018ء

ہدایت اور یقین کا باہمی تعلق

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
کا خصوصی تربیتی خطاب

34ویں عالمی میلاد کانفرنس

تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس

شیخ الاسلام کا اخلاقِ حسنہ پر ایمان افروز خطاب

جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ:

بالآخر چھپا ہوا سچ سامنے آگیا......

شہدائے انقلاب
کے ورثاء سے
قائد انقلاب کی ملاقات

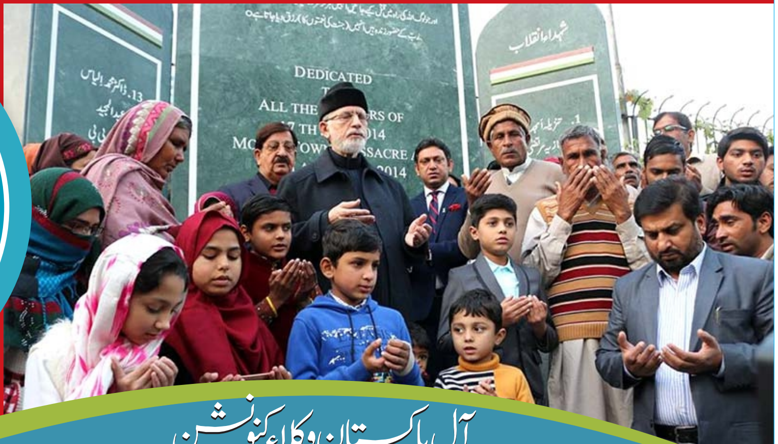

آل پاکستان وکلاء کنونشن

”شہیدوں کا خون قاتلوں کو انجام تک پہنچائے گا“

5 مطالبات پر مشتمل متفقہ قرارداد

34ویں عالمی میلاد کانفرنس......تاجدارِ ختمِ نبوت کانفرنس

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد | شمارہ 1 | ربیع الثانی - جمادی الاول ۱۴۳۹ھ | جنوری 2018ء

بفیضانِ نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیرِ نگرانی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

چیف ایڈیٹر نور اللہ صدیقی

ایڈیٹر محمد یوسف

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی

محمد رفیق نجم، محمد ندیم چودھری

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم

جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان

منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصر اللہ معینی

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی

محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر محمد اشفاق انجم | گرافکس عبدالسلام

خطاطی محمد اکرم قادری | عکاسی قاضی محمود الاسلام

حسنِ ترتیب

(اداریہ) جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ: بالآخر چھپا ہوا سچ سامنے آ گیا۔۔۔	چیف ایڈیٹر	3
(القرآن) ہدایت اور یقین کا باہمی تعلق	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
(الفقہ) اسلام میں ''کفو'' کا تصور	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	10
نبی اکرم ﷺ ہمہ گیر انقلاب کے قائد	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	15
تحریک کے زیر اہتمام 34ویں عالمی میلاد کانفرنس (رپورٹ)	محبوب حسین جوئیہ	19
تسخیرِ ذات سے تسخیرِ کائنات تک	شفاقت علی شیخ	25
آل پاکستان وکلاء کنونشن (رپورٹ)	عین الحق بغدادی	31
قصاص سماج اور فرد کی حیات کی ضمانت ہے		36
وارثانِ شہدائے ماڈل ٹاؤن کی شیخ الاسلام سے خصوصی ملاقات (رپورٹ)	رمیض حسین	39

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info

www.facebook.com/minhajulquran

email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)

minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبر شپ/رفقاء)

smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے

سالانہ خریداری: 350 روپے

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

سوا تیرے، سوا تیرے، سوا تیرے، سوا تیرے
پکاروں، یا خدا! کس کو پریشانی کے عالم میں
رکھے گا کون میری مفلسی کا پھر بھرم، مولا!
دلاسہ کون دے گا بیکسوں کو شامِ پرنم میں

مسائل کے گھنے جنگل میں تنہا کب سے ہوں، مولا!
تحفظ کی ردا سر سے ہواؤں نے اٹھالی ہے
سہارا دے، سہارا دے، سہارا دے، سہارا دے
الٰہی! ضبط کی دیوار اب گرنے ہی والی ہے

مرے معبود! تنہا تو نہیں ہوں سجدہ ریزی میں
ہجومِ آرزو تشنہ لبوں پر ساتھ لایا ہوں
قلم کے ان گنت آنسو دعا کے پیرہن میں ہیں
میں حرفِ التجا بن کر تری چوکھٹ پہ آیا ہوں

مقفل روشنی کردی گئی ہے میری بستی میں
یہ منظر کیسا منظر ہے، دکھائی کچھ نہیں دیتا
مرے اندر سے پھوٹے چاندنی نعتِ پیمبرؐ کی
اندھیری رات ہے یارب! سجھائی کچھ نہیں دیتا

(ریاضؔ حسین چودھری)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

وجودِ ارض و سماء، ہر حیات سے پہلے
حضورؐ خلق تھے آدم کی ذات سے پہلے

خدا نے نور کو جو بھیجنا تھا دنیا میں
اُسے نوازا تھا زرّیں صفات سے پہلے

مِلا جو مرتبہ آمد سے مصطفیٰؐ کی مِلا
کہاں سلوک تھا ایسا بنات سے پہلے

چُنی گئی تھی جو معراجِ مصطفیٰؐ کے لیے
نہیں تھی ایسی کوئی رات، رات سے پہلے

بنائی اُن کے لیے کائنات کی ہر شے
یہ کائنات نہ تھی جن کی ذات سے پہلے

بہشت دور نہیں صابریؔ جو ہو جاری
درودِ پاک لبوں پر ممات سے پہلے

(محمد علی صابریؔ)

جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ: بالآخر چھپا ہوا سچ سامنے آ گیا............

سانحہ ماڈل ٹاؤن کی عدالتی تحقیقات کے لیے قائم جسٹس باقر نجفی کمیشن بالآخر چھپا ہوا سچ سامنے لے آیا جس پر موجودہ حکمرانوں نے ساڑھے 3 سال تک پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی۔ جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ پبلک کرنے کا حکم پانامہ لیکس کے فیصلہ کی طرح دوسرا بڑا تاریخی فیصلہ ہے۔ اس فیصلہ سے جہاں شہداء کے ورثا کی اشک شوئی ہوئی وہاں اس فیصلہ سے عدلیہ کا وقار بلند اور انصاف کا بول بالا ہوا۔ بلا شبہ یہ فیصلہ انصاف کی طرف ایک بڑی پیش رفت ہے اور ابھی مکمل انصاف ہونا باقی ہے۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثا اور انصاف پسند عوامی حلقے مکمل انصاف کے منتظر ہیں۔ جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ پبلک ہونے کے بعد سیاسی قیادت کا رسپانس انتہائی ہمدردانہ اور ذمہ دارانہ تھا۔ تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان، پاکستان پیپلز پارٹی کے کو چیئرپرسن آصف علی زرداری، پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی قائدین چوہدری شجاعت حسین، چوہدری پرویز الٰہی، پاک سرزمین پارٹی کے چیئرمین مصطفیٰ کمال، عوامی مسلم لیگ کے سربراہ شیخ رشید، مجلس وحدت المسلمین کے سیکرٹری جنرل علامہ راجہ محمد ناصر عباس نے اپنے سینئر رہنماؤں کے وفود کے ہمراہ عوامی تحریک کے مرکزی سیکرٹریٹ میں سربراہ عوامی تحریک ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے ملاقات کی اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثا سے اظہار یکجہتی اور حصول انصاف کے لیے غیر مشروط حمایت کا اعلان کیا۔ ایم کیو ایم پاکستان کے سربراہ فاروق ستار نے بھی ٹیلیفون پر سربراہ عوامی تحریک سے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے ضمن میں اپنی بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔ اس کے علاوہ ایم این اے جمشید دستی، سول سوسائٹی، وکلاء تنظیموں کے عہدیداران اور مختلف شعبہ جاتی انجمنوں کے صدور اور مرکزی رہنماؤں نے بھی سربراہ عوامی تحریک کو بھرپور حمایت اور تعاون کا یقین دلایا۔ جماعت اسلامی کی قیادت بھی ہمیشہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے حوالے سے ہر فورم پر پاکستان عوامی تحریک اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثا کے شانہ بشانہ رہی ہے اور آج بھی ساتھ ہے۔

بلاشبہ سانحہ ماڈل ٹاؤن ملکی تاریخ کا ایک ایسا دردناک واقعہ ہے کہ کوئی بھی جماعت یا فرد اس سانحہ کی سنگینی اور انصاف کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ سانحہ جلیانوالہ باغ کے بعد یہ دوسرا بڑا سانحہ ہے جس میں ریاستی فورسز نے اپنے ہی شہریوں کا قتل عام کیا مگر جلیانوالہ باغ کا سانحہ اس اعتبار سے مختلف ہے کہ اس میں غیر ملکی قابض اور غاصب حکومت نے فائر کھولا تھا اور ماڈل ٹاؤن لاہور میں جنرل ڈائر کا کردار شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ نے انجام دیا جنہیں اپنے مسلمان، پاکستانی اور جمہوریت پسند ہونے کا دعویٰ ہے۔

یہاں پر اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ 2014ء کے دھرنے کے اختتام پر قاتل حکمرانوں کے ایماء پر ایک غلیظ پروپیگنڈا مہم شروع کی گئی تھی جس میں یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ جیسے کوئی درپردہ معاملہ طے پا گیا اور دھرنا ختم کر دیا گیا۔ حکومت کے کچھ ماؤتھ پیس اور آلہ کاروں نے اسے سکینڈل بنا کر اچھالنے کی ناکام کوشش کی، الحمدللہ آج اس غلیظ پروپیگنڈے کا حصہ بننے والے تمام عناصر کو جواب مل گیا کہ ڈاکٹر طاہر القادری تو دور کی بات ان کے کسی ادنیٰ سے کارکن کو بھی کوئی خرید سکتا ہے اور نہ خوف زدہ کر سکتا ہے۔ قارون کا خزانہ اور فرعون کی طاقت رکھنے والے شریف برادران تمام تر ہتھکنڈوں کے باوجود شہدائے ماڈل ٹاؤن کے غریب ورثاء میں سے کسی ایک کو خرید سکے اور نہ ڈرا سکے۔ جس تحریک کے کارکن اتنے غیرت مند اور نڈر ہوں اس تحریک کے قائد کے بارے میں کوئی کیسے تصور کر سکتا ہے کہ وہ اپنے اصولوں پر کسی بھی حالت میں سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔ یہ انہی دنوں کی بات ہے قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے پروپیگنڈا کرنے والوں کو پریس کانفرنس کے ذریعے یہ چیلنج کیا تھا کہ اگر سمجھوتہ کے حوالے سے کسی کے پاس کوئی چھوٹا سا بھی ثبوت ہے تو وہ لے آئے اور انعام میں 5 کروڑ روپے لے لے مگر الزام لگانے والے جرأت نہ کر سکے۔ اس اعلان کے بعد قاتل حکمرانوں اور ان کے حواریوں کو گویا سانپ سونگھ گیا اور کچھ سینئر اینکرز نے حکومتی منفی پروپیگنڈے کی رو میں بہہ کر غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا، ان صحافیوں کو ہتک عزت کے نوٹس بھجوائے گئے اور

انہیں کہا گیا تھا کہ وہ فی الفور معافی مانگیں ورنہ قانونی کارروائی کیلئے تیار رہیں، پھر انہوں نے آن ایئر معافی مانگی۔

اس موقع پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور تحریک منہاج القرآن کا جتنا کڑا احتساب کیا گیا اس کی دوسری مثال کبھی نہیں ملے گی۔ 2014ء کے دھرنے میں اشرافیہ کے کالے کرتوتوں کے خلاف جب ڈاکٹر طاہر القادری اور ان کے لاکھوں کارکنان اسلام آباد کے ڈی چوک میں سراپا احتجاج تھے اس دوران اشرافیہ نے ایف آئی اے، ایف بی آر، نیب، سٹیٹ بینک، ایس ای سی پی، پولیس سمیت کوئی ایسا ادارہ اور ایجنسی نہیں تھی جسے احتساب کے نام پر انتقامی ایجنڈا نہیں دیا گیا تھا کہ جائیں ڈاکٹر طاہرالقادری یا ان کی تحریک منہاج القرآن کے بارے میں کچھ سچ جھوٹ گھڑ کر لائیں۔ ایک ایک اکاؤنٹ چیک کیا گیا سینکڑوں مقدمات قائم کیے گئے، یہی نہیں دنیا بھر کے سفارتخانوں کو بھی حکم دیئے گئے کہ ڈاکٹر طاہر القادری کی تحریک جو دنیا کے 90 سے زائد ممالک میں اپنا نیٹ ورک رکھتی ہے اس کے حوالے سے کسی ملک سے کوئی بے ضابطگی ڈھونڈ کر لائیں۔ الحمدللہ قاتلوں کو منہ کی کھانا پڑی اور وہ آج کے دن تک کوئی ایک روپے کی بے ضابطگی یا ملکی قانون کی خلاف ورزی کا کوئی ایک ثبوت بھی نہ لا سکے اور الزام لگانے والے آج خود کرپشن ثابت ہونے پر منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ پاکستان اور دنیا کی زمین ان پر تنگ ہو چکی ہے، وہ شاپنگ اور سیر سپاٹے کیلئے گھروں سے باہر نہیں نکلتے کیونکہ چوروں کے ٹبر کا کوئی فرد عوام کو نظر آتا ہے تو ایک ہی نعرہ بلند ہوتا ہے گلی گلی میں شور ہے سارا ٹبر چور ہے۔ کوئی جرم ایسا نہیں جس پر ان کے خلاف عدالتوں میں ثبوت نہیں آ رہے اور اشرافیہ کی کرپشن پر عدالتیں تصدیق کی مہریں ثبت کر رہی ہیں۔ شریف برادران ماڈل ٹاؤن کے بے گناہوں کے خون اور اس قوم کی بیٹیوں تنزیلہ اور شازیہ کی زندگیاں چھیننے کے جرم میں اللہ کی پکڑ میں آ چکے ہیں اور آج گلی گلی میں ان کی خاک اڑ رہی ہے۔

جہاں تک جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کے پبلک ہونے کا تعلق ہے اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ داروں کے چہروں سے نقاب ہٹنے کی بات ہے تو درحقیقت یہ اس بات کا اعلان ہے کہ ڈاکٹر طاہر القادری، ان کی پوری تحریک اور ان کا ویژن انمول ہے۔ جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ پبلک ہونے کے بعد سانحہ کے ذمہ داروں سے متعلق ہر قسم کا ابہام ختم ہو گیا اور رپورٹ کے نامکمل ہونے کا حکومتی پروپیگنڈا بھی اپنی موت آپ مر گیا۔ رپورٹ آنے کے بعد وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کو فی الفور مستعفی ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ انہوں نے 17 جون 2014ء کے دن عدالتی کمیشن بنانے کا اعلان کرتے وقت خود کہا تھا کہ اگر کمیشن نے میری طرف اشارہ بھی کیا تو وہ مستعفی ہو کر قانون کا سامنا کریں گے۔ مگر عدالتی تحقیقات مکمل ہونے کے بعد وزیر اعلیٰ پنجاب نے رپورٹ پبلک کرنے سے انکار کر دیا اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثا کو رپورٹ کے حصول کے لیے 3 سال تک طویل قانونی جدوجہد کرنا پڑی۔ رپورٹ پبلک کرنے کا حکم دینے پر لاہور ہائیکورٹ مبارکباد کی مستحق ہے۔ رانا ثناء اللہ کے مستعفی ہونے کا مطالبہ اس لیے کیا جا رہا ہے کہ جسٹس باقر نجفی کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھ دیا ہے کہ 16 جون 2014ء کی میٹنگ کا ایجنڈا بیریئر نہیں ڈاکٹر طاہر القادری کی وطن واپسی تھا اور اس میٹنگ کی صدارت رانا ثناء اللہ نے کی۔

بہرحال آل پاکستان وکلاء کنونشن میں ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے پانچ نکات منظور کیے گئے ہیں:

(1) شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ مستعفی ہو جائیں۔ (2) سانحہ میں ملوث پولیس افسران اور بیوروکریٹس کیس کے حتمی فیصلے تک عہدوں سے الگ ہو جائیں۔ (3) سانحہ کی غیر جانبدار تحقیقات کے لیے پانامہ طرز کی ایک آزاد اور خودمختار جے آئی ٹی بنائی جائے جس کی مانیٹرنگ ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ کا جج کرے (4) تمام ملزمان کو گرفتار کر کے جیل بھیجا جائے اور ان کے ساتھ عام قتل اور دہشتگردی کے ملزمان کی طرح برابری کی بنیاد پر سلوک کیا جائے (5) زیر دفعہ 173 ضابطہ فوجداری کے تحت ملزمان سے آلات قتل برآمد کر کے ایک مفصل رپورٹ عدالت میں پیش کی جائے اور ملزمان کو جیلوں میں بند کیا جائے۔

یہ سیاسی نہیں قانونی مطالبات ہیں اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کا بنیادی حق ہے کہ انہیں آئین کے آرٹیکل 10-A کی روشنی میں فیئر ٹرائل اور غیر جانبدار تفتیش کا حق ملے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے حکمرانوں کو مہلت دی ہے کہ وہ خود کو قانون کے سامنے سرنڈر کر دیں۔ بصورت دیگر حصول انصاف کیلئے وہ فیصلہ کن دھرنا دے سکتے ہیں اور یہ دھرنا آخری ہو گا اور اس میں اب اپوزیشن کی تمام جماعتیں بھی شانہ بشانہ ہوں گی۔ (نوراللہ صدیقی)

القرآن

ہدایت اور یقین کا باہمی تعلق

زندگی کی ابتداء ایمان بالغیب سے ہوتی ہے اور یقین اسے پختہ کرتا ہے

ہدایت شک کی دلدل سے نکل جانے والوں کا مقدر بنتی ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی تربیتی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین   معاون: محبوب حسین

اللہ رب العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ج فِیْهِ ج هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ. وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ. اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ق وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (البقرہ، ۲: ۱ تا ۵)

’’الف لام میم (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں)۔ (یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو (تمام حقوق کے ساتھ) قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (ہماری راہ) میں خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا (سب) پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ آخرت پر بھی (کامل) یقین رکھتے ہیں۔ وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی حقیقی کامیابی پانے والے ہیں‘‘۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ افراد کے درج ذیل تین طبقات بیان کئے ہیں:

۱۔ ھدیً للمتقین   ۲۔ علی ھدی من ربھم   ۳۔ المفلحون

یہ تینوں طبقات وہ ہے جنہیں غیب پر یقین رکھنے اور بن دیکھے حقیقتوں پر ایمان لانے کی بدولت اپنے رب کی طرف سے ہدایت عطا ہوتی ہے۔ ایمان تب نصیب ہوتا ہے جب بندہ یقین کامل کے ساتھ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے۔ مگر المیہ یہ ہے کہ ہم لوگ یقین کے معنی و مفہوم، یقین کی ضرورت و اہمیت اور اس کی برکات سے کلیتاً محروم ہوگئے ہیں۔ درحقیقت زبان سے اقرار کرنا دل کی تصدیق کے اظہار کے لیے ہوتا ہے اور دل تصدیق تب کرتا ہے جب بندہ یقین کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز ہو۔ گویا زندگی کی ابتداء ایمان بالغیب سے ہوتی ہے اور یقین ہی ایمان بالغیب کو پختہ کرتا ہے جس کے نتیجے میں ہدایت کے راستے کھلتے ہیں۔ وہ لوگ جو تقویٰ و پرہیزگاری کے ذریعے ہدایت حاصل کرتے ہیں قرآن نے انہیں ھدی للمتقین کی صورت میں بیان کیا ہے۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جنہیں تقویٰ اختیار کرنے، غیب پر ایمان لانے، نماز ادا کرنے، اللہ کی راہ میں خرچ

> **ایمان کی شرائط اور تقاضے پورے کرنے سے انسان نہ صرف خود ہدایت یافتہ ہوجاتا ہے بلکہ دوسروں کیلئے بھی ہادی بن جاتا ہے**

کرنے اور آخرت پر ایمان لانے کی بدولت اللہ تعالیٰ ایسی ہدایت عطا فرماتا ہے کہ وہ خود تو ہدایت پر قائم رہتے ہی ہیں مگر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی ہدایت کا سبب بھی بنتے ہیں۔ وہ دوسروں میں ہدایت تقسیم کرنے والے بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہادی کس طرح بنتے ہیں؟ اس کا انحصار ایمان بالغیب کے اقرار، شک کے خاتمہ اور یقین پر ہے۔

درحقیقت زبان سے اقرار کرنا دل کی تصدیق کے اظہار کے لیے ہوتا ہے اور دل تصدیق تب کرتا ہے جب بندہ یقین کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز ہو

ایمان بالغیب کے ذریعے انسان کی زندگی میں نور کا ایک بیج داخل ہوجاتا ہے۔ ایمان کا یہ بیج خود بخود اگ کر درخت نہیں بن جاتا بلکہ بیج بونے کے بعد اس کی حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ اس کو زندہ رکھنے کے لیے پانی دینا پڑتا ہے، پھر پروان چڑھانے اور طاقت مہیا کرنے کے لئے کھاد ڈالنی پڑتی ہے۔ افسوس ہماری زندگی کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ہم نے کلمہ پڑھ لیا یا کسی کے ساتھ وابستگی کا اقرار کرلیا یا حضور ﷺ کی غلامی کا دم بھرلیا تو سمجھ بیٹھے کہ یہی کافی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مالی نے بیج بویا، مٹی ڈالی اور چلا گیا اور یہ سمجھتا رہا کہ اب یہ خود اگ کر درخت بن جائے گا حالانکہ محض ایسا کرنا کافی نہیں ہے۔

جب بیج بودیا جائے تو پہلے مرحلہ پر اس کی قوتِ تخلیق کے لیے پانی اور کھاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب اگ کر پودا بن جائے تو پھر اس کی مزید نشوونما کے لئے دھوپ اور ہوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ان ساری چیزوں کا اہتمام نہ کیا جائے تو وہ پودا جل جاتا ہے۔ جس طرح بیج سے اگنے والے پودے کو پانچ چیزیں پانی، کھاد، گوڈی، روشنی اور ہوا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح انسان کے دل میں بوئے ہوئے ایمان کے بیج سے پیدا ہونے والے اسلام کے پودے کو بھی پانچ چیزیں درکار ہیں جنہیں ارکان اسلام کہتے ہیں۔ ان ہی کی مدد سے ایمان اعتقاد، ایقان اور یقین کے درجہ تک پہنچتا ہے۔

کسی پودے کے نمو کے لیے درکار ان پانچ ارکان کے ہوتے ہوئے بھی اگر مالی نہ ہو تو کام نہیں چلتا۔ اس کے لیے ایک دیکھ بھال کرنے والا بھی چاہئے جو بیج کو یہ پانچ چیزیں بروقت فراہم کرے تب یہ بویا ہوا بیج پودا بنتا ہے اور پھر درخت بن کر پھل کی صورت میں نفع بخش ثابت ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت نے ایمان کے بیج کی آبیاری کے لیے یہ سارے سامان فراہم کئے ہیں۔ فرمایا: اگر چاہتے ہو کہ تمہاری زندگی کو قرآن سے ہدایت ملے تو سب سے پہلے اپنے دل میں اُگے ہوئے شک کے درخت کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکو۔ جب شک سے دل پاک صاف ہوجائے گا، تب یقین کا پودا اگے گا اور ہدایت نصیب ہوگی۔ گویا ہدایت کی ابتداء یقین ہے اور اس کی انتہاء مرتبہ ایقان ہے۔ فرمایا:

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ.

یعنی اگر تم نے اس لاریب کتاب سے ہدایت لینی ہے تو دل کی کتاب کو بھی لاریب کرنا پڑے گا۔ جس طرح فصل میں اگنے والی زہریلی جڑی بوٹیاں زمین کی طاقت جذب کرکے فصل کو کمزور کرتی ہیں، اسی طرح دل میں جنم لینے والا شک، یقین کو کمزور کردیتا ہے۔ ایمان کی بحث میں اس کو ''ریب'' کہتے ہیں۔

یہ شک طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ اللہ کے وجود میں شک ہے، یقین نہیں ہے۔۔۔ تقدیر میں شک ہے، مانتے ہیں اقرار کرتے ہیں مگر یقین نہیں ہے۔۔۔ اللہ دے گا مگر اس کے دینے میں شک ہے یعنی ''یقیناً دے گا'' یہ کیفیت نہیں

دنیا کا گورکھ دھندا اور جنجال ہی سب سے بڑا دجال ہے۔ ایک دجال تو قربِ قیامت آئے گا مگر ہم نے اپنے اندر ہی نفس اور دنیا کی صورت میں کئی دجال پال رکھے ہیں

ہے۔۔۔ قلب کو یقین میسر نہیں۔۔۔ موت ہوگی، قبر میں حساب و کتاب ہوگا، آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے زیادہ اہم ہے، ہر کوئی ان عقائد کا اظہار کرتا ہے مگر یقین نہیں ہے۔۔۔ اگر ان تمام کا کامل یقین ہوتا تو ہر کوئی بدل گیا ہوتا اور دنیا کی زندگی پر آخرت کو ترجیح دیتا۔ سودے یہیں بدل جاتے اور دنیا کی لالچ میں مبتلا کرنے والے سودے بیچ کر نئے سودے کر لئے ہوتے مگر ہماری اکثریت کی زندگی دھوکہ بازی پر چل رہی ہے اس لیے کہ ہمارے یہ سودے اللہ سے پکے اور سچے نہیں ہو رہے۔ ہم نے زندگی میں دل کی زمین میں موجود شک کی بوٹیوں کو جڑوں سے نکال کر پھینکا ہی نہیں ہے۔

اللہ رب العزت فرما رہا ہے کہ قرآن بھی تمہاری طرف نازل کر دیا ہے، ہدایت بھی اس میں رکھ دی ہے مگر ہدایت کے نصیب ہونے کی شرطِ اولین یہ ہے کہ ریب و شک کی بوٹیاں دل کی زمین سے اکھاڑ پھینکو اور دل کی زمین کو پاک اور صاف کردو۔ اس لیے کہ تمہارے دل کی طاقت تو تمہارے شک کو پالنے میں لگی رہتی ہے اور اس میں سو قسم کے شک پلتے رہتے ہیں۔ اب حالت یہاں تک جا پہنچی ہے کہ شک کے پودے پل پل کر اتنے بڑے ہو چکے ہیں کہ اب تو وہ قابو میں بھی نہیں ہیں۔ ہم انہیں قابو میں کرنے کے لئے اوپر سے کاٹ دیتے ہیں جبکہ دل میں شک کی جڑیں دور دور تک پھیل چکی ہوتی ہیں۔ اوپر سے کاٹنے کے بعد جب کچھ نظر نہیں آرہا ہوتا تو ہم مطمئن ہو جاتے ہیں کہ دل میں موجود تمام شکوک کی جڑی بوٹیاں کاٹ دی ہیں، مگر یہ خبر ہی نہیں کہ دور دور تک اس کی جڑیں پھیل چکی ہیں اور چند دنوں کے بعد وہ پھر سر نکال لیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آنکھ مچولی کھیلتے رہتے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت تزکیہ کی ہے، تزکیہ کا مطلب شک کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہدایت لینی ہے تو دل کے اندر شک کی کوئی جڑ ہی نہ رہے، تمام شک نکال پھینکو گے تب ہدایت ملے گی اور ایمان نصیب ہوگا۔

ایمان ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جن کی ہدایت کا اللہ

قرآن سے ہدایت کے حصول کے لیے دل سے شک کی جڑوں کو اکھاڑنا لازمی ہے، اسی صورت دل میں یقین کا پودا اُگے گا اور ہدایت نصیب ہوگی

ارادہ فرمالیتا ہے اور ہدایت ان کو نصیب ہوتی ہے جو اپنے آپ کو شک کی دلدل سے نکالتے ہیں۔ دل کی زمیں میں یقین کی اونچی اونچی بوٹیاں موجود ہیں جبکہ یقین، ایمان اور عقائد صحیحہ چھوٹے چھوٹے نوخیز پودوں کی طرح موجود ہیں، شک کے بڑے بڑے پودے ان پر سایہ کئے کھڑے ہیں، جن کی وجہ سے ان ننھے ننھے پودوں کا نمو پانے کا راستہ ہی صاف نہیں ہو رہا۔

جب دل کو صاف پاک کر دیا جائے تو تب ہدایت نصیب ہوتی ہے اور یہ ہدایت ایمان تک پہنچاتی ہے۔ دل کی زمین سے شک کو اکھاڑ پھینکنے کے بعد اب اس ایمان کے بیج کو پانی، کھاد، ہوا اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایمان کے پودے کو یہ تمام چیزیں کیونکر مہیا ہوں گی؟ فرمایا:

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰـهُمْ يُنْفِقُوْنَ.

ایمان کے پودے کے لیے پانی بصورتِ نماز۔۔۔ عبادات بصورتِ کھاد۔۔۔ اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا بصورتِ ’’ہوا‘‘ ہے۔ گویا عملِ صلوٰۃ پانی بن گیا، عبادت کھاد بن گئی اور دل کی زمین شک سے پاک ہوگئی تو ان تمام عوامل کے ذریعے ایمان کے پودے کو زندگی اور توانائی مل گئی۔ پھر فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ.

ان تمام تعلیمات الٰہیہ کے ذریعے ایمان کے پودے کو روشنی میسر آگئی اور اس طرح اس کے نمو کا سارا سامان مہیا ہوگیا۔ ان تمام مراحل کے بعد جا کر آخرت کا یقین پیدا ہوا۔ شک کے رفع کرنے سے سفر شروع ہوا تھا۔ شک نکالا تو یقین کی ابتداء ہوئی، پھر سارے تقاضے پورے کئے تو مرتبہ ایقان تک جا پہنچے اور ایقان کو جب کمال نصیب ہوا تو اس شخص کے لئے اللہ نے خوشخبری سنائی:

أُولَـٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ۖ وَاُولَـٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ.

ایک ہدایت وہ ہے جس کا ذکر اللہ نے شروع میں **ھدی للمتقین** کے ذریعے کردیا تھا اور دوسری ہدایت کا ذکر **علی ھدی من ربھم** کے الفاظ کے ذریعے کیا۔ ان دو ہدایتوں میں فرق ہے۔

ھدی للمتقین فرما کر اللہ تعالیٰ نے ایک اعلان فرمادیا تھا کہ جو شخص جتنا پرہیزگار ہوگا، اتنی ہدایت اس کا نصیب ہے، اب اس کی محنت و ریاضت اور تگ و دو پر منحصر ہے کہ وہ اپنے لیے کتنی ہدایت سمیٹتا ہے۔ بعد ازاں انسان جب نماز، انفاق اور تعلیمات پر عمل کے ذریعے ایمان کے کمال تک جا پہنچا اور اُسے یقین حاصل ہوگیا تو فرمایا:

أُولَـٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنۡ رَّبِّهِمۡ.

یعنی کمالِ یقین پالینے والے اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر فائز ہوگئے۔ پہلے صرف ایک اعلان تھا کہ ہدایت کا خزانہ انہیں ملے گا جو متقی و پرہیزگار ہیں مگر مل جانے کی ضمانت نہ تھی۔ بعد ازاں **یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون...** کے ذریعے سارا راستہ بیان کردیا، شرطیں بیان کردیں، تقاضے بیان کردیئے کہ جب ساری وادی عبور کرلو گے اور یقین کو مرتبہ ایقان تک پہنچادو گے تو اب ان کو اللہ نے خوشخبری سنائی کہ اب چونکہ ان لوگوں کا آخرت پر یقین جم گیا ہے اور انہوں نے دنیا کے بدلے آخرت خرید لی ہے لہٰذا **اولئک علی ھدی من ربھم**. یقین کے کمال کو پالینے والے اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر فائز ہوگئے۔

وبالآخرۃ ھم یوقنون کا معنی یہ ہے کہ جس نے آخرت کے لئے دنیا بیچی۔ افسوس ہمارا آخرت پر یقین نہیں ہے۔ ہم نے دنیا کو آخرت کے بدلے بیچنے کی بجائے آخرت پر دنیا کو ترجیح دے رکھی ہے۔ جب کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو سب سے

جب انسان کو حالت ایقان نصیب ہوجاتی ہے تو اس کی ادنیٰ علامت یہ ہے کہ بندہ آخرت کے بدلے دنیا کا سودا کرلیتا ہے

ایمان کے پودے کے لیے نماز بصورتِ پانی۔۔۔ عبادات بصورتِ کھاد۔۔۔ اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا بصورتِ ’’ہوا‘‘ ہے

پہلے ہمارے پیشِ نظر دنیا اور دنیا کا مفاد ہوتا ہے، برادری، رشتہ دار اور نام ونمود ہوتی ہے، دنیا کے حرص ہیں، دنیا کے لالچ ہیں، یہ سب دنیا کے پیمانے ہیں، ہمارا تو سارا جینا مرنا دنیا ہے۔

اگر ہم میں تبدیلی نہیں آئی تو ہم اللہ کے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ کررہے ہیں۔ آخرت پر اگر یقین ہوگیا ہوتا تو دنیا بیچ چکے ہوتے۔ اگر دنیا، آخرت پر وار دی ہوتی تو ہماری زندگی کے طور طریقے ہی بدل گئے ہوتے۔۔۔ ہماری دنیا کی زندگی بدل گئی ہوتی۔۔۔ ہماری ترجیحات بدل گئی ہوتیں۔۔۔ پسند اور ناپسند کے سارے پیمانے بدل گئے ہوتے۔۔۔ جب کوئی معاملہ آتا ہے تو سب سے پہلے ہم دنیا کو سامنے رکھ کر سوچتے ہیں۔۔۔ جو دنیا کے پیمانوں پر سوچتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے **وبالآخرۃ ھم یوقنون** کی وادی میں قدم نہیں رکھا۔ ہم دنیا کو سامنے رکھتے ہیں، نفس کو سامنے رکھتے ہیں، ہمارے تو اپنے گورکھ دھندے ہی ختم نہیں ہوتے۔ دنیا کا گورکھ دھندہ اور جنجال ہی سب سے بڑا دجال ہے۔ ایک دجال تو وہ ہے جو قربِ قیامت آئے گا اور گمراہ کرے گا، کبھی ہم نے سوچا کہ ہم نے کئی دجال اپنے اندر پال رکھے ہیں۔ یہ نفس، حرص دنیا، حسد وبغض، عناد وغرور، ہر ایک کے ساتھ دنگا فساد، غیبتیں اور چغلیاں یہ سارا کچھ ایک دجال ہی ہے۔ جب تک دنیا کے جنجال کو لات نہیں مارتے اور اس سے نہیں نکلتے، اس وقت تک ہم **وبالآخرۃ ھم یوقنون** کی وادی میں داخل نہیں ہوسکتے۔ جب آخرت اور آخرت میں جو کچھ ہونا ہے، اس کے ہونے کا یقین اپنے کمال کو پہنچ جائے تو اس کمال کو ایقان کہتے ہیں۔ جب یہ حالتِ ایقان نصیب ہوجائے تو اس کی ادنیٰ علامت یہ ہے کہ بندہ آخرت کے بدلے دنیا کا سودا کرلیتا ہے مگر افسوس کہ ہم آخرت کے سوداگر ہی نہیں رہے۔

آخرت کا سودا کرلینے کا مطلب ہے زندگی بدل گئی، زندگی کا رنگ بدل گیا، ڈھنگ بدل گیا، سوچ بدل گئی، ترجیح بدل گئی، سارا کچھ بدل گیا۔ افسوس ہمارا تو کچھ بھی نہیں بدلا، ہم تو دھوکہ کرتے ہیں اورنفس کے جنجال میں دھنسے ہوئے ہیں۔

اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جب آخرت کے یقین کو کمال تک پہنچالو گے تب تم ہدایت پر فائز کردیئے جاؤ گے۔

هدی للمتقین کا مطلب یہ ہوا کہ وہ دوزخ سے بچ گیا، راہ راست پر گامزن ہوگیا اور اس کو ہدایت مل گئی۔ جس کو ہدایت مل گئی اس کا اپنا کام ہوگیا جن کے لیے اس ہدایت کا ذکر کیا وہ صرف اپنے لیے ہیں۔

> افسوس ہمارا آخرت پر یقین نہیں ہے۔ ہم نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دے رکھی ہے اور ہر معاملے میں ہمارے پیشِ نظر دنیا اور دنیا کا مفاد ہوتا ہے

پس **هدی للمتقین** جن کو ہدایت مل گئی ان کا اپنا آپ سنور گیا، وہ گناہ اور خطا کی وادی سے نکل آئے، اوسط درجے میں آگئے، کنارے لگ گئے، بخشش والے ہوگئے، وہ جیت گئے، ان پر عنایتیں ہوگئیں مگر یہ جتوانے کے قابل نہیں بنے۔ کھلاڑی بن گئے مگر ابھی کیپٹن نہیں بنے جبکہ بعض لوگ وہ ہیں جن کے لئے فرمایا: **اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ** کہ وہ لوگ جنہوں نے ساری منزلیں طے کرلیں اور **وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ** تک جاپہنچے، دنیا کو لات ماردی، اب وہ دنیا کے بندے نہ رہے بلکہ آخرت کے بندے ہوگئے۔ جب انہوں نے ایمان کی شرائط اور تقاضے پورے کیے اور دنیا کے بدلے آخرت خرید لی تو اب وہ نہ صرف خود ہدایت یافتہ ہوگئے بلکہ اوروں کے ہادی بن گئے۔ اب جو ان کی کشتی میں بیٹھ جائے گا، اس کو بھی کنارے لگادیں گے۔

پہلے **هدی للمتقین** تھے اب **علی هدی من ربهم** کے مصداق ہوگئے، یعنی ہدایت پر فائز اور متمکن کردیئے گئے۔ جب کوئی کسی شے کے اوپر متمکن ہوتا ہے تو اس کے تصرف میں خصوصی رحمت دے دی جاتی ہے۔ پہلے آدمی ہدایت لیتا تھا، اب جس کو چاہتا ہے ہدایت بانٹتا ہے۔ پہلے آدمی ہدایت کا خریدار تھا، ہدایت اپنے لیے خریدتا تھا مگر اب ہدایت دیتا پھرتا ہے۔

مختصر یہ کہ پہلا درجہ **هدی للمتقین**، متقین کے لئے ہدایت ہے جتنی ہدایت چاہیں لے لیں، اپنے جوگے ہوگئے۔ دوسرا درجہ **علی هدی من ربهم** کے مصداق دنیا کو ہدایت دینے والے ہوگئے۔ یعنی لینے کے بعد آگے دینے والے بن گئے۔ جو ان کے دامن سے لپٹ جائے گا اس کو بھی ہدایت کی خیرات مل جائے گی۔

ایک تیسرا درجہ بھی اللہ رب العزت نے بیان فرمایا کہ **واولئک هم المفلحون**. یہ نہیں فرمایا **اولئک علی هدی من ربهم و هم المفلحون** بلکہ اولئک دہرا کرکہا **واولئک هم المفلحون** اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پر متمکن ہونے کے بعد فلاح پاگئے اور جو فلاح پاگئے وہ اہل اللہ ہوگئے۔

جو ہدایت کے اوپر متمکن تھے وہ اہلِ اَقرب تھے اور جو اصلاً اولیاء اللہ ہوگئے وہ **اولئک هم المفلحون** ہوگئے۔ ان کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے فلاح کے چشمے دے دیئے۔ فلاح کے چشمے جن کے ہاتھ میں دیئے وہ لقاء والے ہوگئے، وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہوگئے، وہ آخرت کے بھی طلبگار نہ رہے بلکہ صرف اور صرف مولیٰ کے دیدار کے متمنی بن گئے۔ یہ اللہ کو پاگئے۔ دوسرے درجے والوں کو نعمت ملی تھی تیسرے درجے والوں کو اللہ مل گیا۔ وہ نعمت والے تھے اور یہ نعیم والے ہوگئے۔ جن کو اللہ مل جاتا ہے تو سارا کچھ ان کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔

محترم قارئین! ہمارا تو یہ راستہ ہے اور یہی سودا ہے۔ اس سودے کے سوداگر بنیں، اس راستے پر چلیں، ان منزلوں کو عبور کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ سب کا حال بہتر کردے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر کی راہ پر گامزن کردے اور ہمارے لیے اپنی نعمتیں عام فرمادے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

الفقہ آپ کے فقہی مسائل

اسلام میں

''کفو'' کا تصور

''کفو'' کا لغوی مطلب برابری ہے

سماجی، معاشی عدم مطابقت رشتوں میں ٹوٹ پھوٹ کی بڑی وجہ

مفتی عبد القیوم خان ہزاروی

سوال: اسلام میں کفو کا کیا تصور ہے؟

جواب: کفو کا لغوی مطلب نظیر اور برابری ہے۔ اسی سے نکاح میں کفاءت مراد ہے۔ وہ یہ ہے کہ خاوند کا حسب، دین، نسب اور گھر وغیرہ میں عورت کے برابر ہونا۔

(ابن منظور، لسان العرب، ۱: ۱۳۹)

کفو کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ نکاح میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا، لڑکی کے معیار سے کم اور نیچا تو نہیں ہے کیونکہ جو لڑکی صفات مخصوصہ ممتازہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہو، وہ اس لڑکے کا فراش بننے کو ناپسند کرے گی جو اس سے صفات میں ادنیٰ ہو، نیز لڑکی کے وارث بھی اس بات کو اپنے لئے باعث عار سمجھتے ہیں۔

کفو میں عموماً چھ چیزوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے:

۱۔اسلام ۲۔حریت یعنی آزاد ہو، غلام نہ ہو

۳۔نسب ۴۔مال و دولت ۵۔تقویٰ اور دینداری

۶۔صنعت وحرفت یعنی پیشہ (در المختار، ۲: ۴۳۷)

کفو کی حقیقت اتنی ہے کہ لڑکے لڑکی میں ہر ممکن حد تک مناسبت کا لحاظ کیا جائے۔ بے جوڑ اور غیر مناسب رشتوں سے بچا جائے تاکہ دونوں میں ہم آہنگی، مطابقت و موافقت اور الفت ہو۔ کالے، گورے، سید، غیر سید، ذات پات کا نظام اسلام میں نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

النَّاسُ كَأَسْنَانِ الْمُشْطِ.

''تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں''۔

(الشھاب، المسند، ۱: ۱۴۵، رقم: ۱۹۵)

حجۃ الوادع کے موقع پر آقائے کائنات ﷺ فرمایا:

يَـا أَيُّهَـا النَّـاسُ، أَلاَ إِنَّ رَبَّـكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَـاكُمْ وَاحِدٌ، أَلاَ لاَ فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ، وَلاَ لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَـرَبِيٍّ، وَلاَ لأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلاَ أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلاَّ بِالتَّقْوَى. (بیہقی، شعب الایمان، ۴: ۲۸۹، الرقم: ۵۱۳۷)

''لوگو! سن لو، تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو کالے اور کسی کالے کو سرخ پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں''۔

علامہ سرخسی اس حوالے سے ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں۔

''تواضع اور انکسار کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضا کے وقت (غیر کفو) میں نکاح کرنا جائز ہے۔''

(سرخسی، المبسوط، ۵: ۲۵)

اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفو کو طلب کرنا لازم نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کیا جائے۔

قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ غیر کفو میں نکاح کرنا حرام ہے اور

یہ نکاح زنا کے مترادف ہے۔ خواہ ان کے ورثاء و اولیاء کی اجازت ہی سے کیوں نہ ہو۔ لیکن ان بزرگوں نے قرآن مجید کے حکم پر غور نہیں فرمایا کہ قرآن مجید نے سورۃ النساء کی آیت ۲۴ میں ان تمام عورتوں کا ذکر فرمایا جو نسب، رضاعت، صہر، جمع فی النکاح اور منکوحِ غیر ہونے کے اعتبار سے حرام ہیں اس کے بعد فرمایا:

وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ مُّحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ. (النساء، ۴: ۲۴)

''اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں تاکہ تم اپنے اموال کے ذریعے طلبِ نکاح کرو پاکدامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کلمہ ''ما'' عموم کا استعمال فرما کر بتادیا کہ مذکورہ حرام کردہ عورتوں کے علاوہ سب حلال ہیں اس میں کفو اور غیر کفو کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَانۡکِحُوۡا مَاطَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ . (النساء، ۴: ۳)

''ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہارے لیے پسندیدہ اور حلال ہوں''۔

مندرجہ بالا آیت میں بھی لفظ ''ما'' جو کہ عموم کے لئے ہے یعنی محرمات کے علاوہ جو عورتیں تمہیں پسند آئیں خواہ وہ کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہوں، باہمی رضامندی سے نکاح کرلو۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّاُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ط اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ.

(الحجرات، ۴۹: ۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو''۔

محدثین و مفسرین نے اس آیت مبارکہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَنِي بَيَاضَةَ أَنْ يُزَوِّجُوا أَبَا هِنْدٍ امْرَأَةً مِنْهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ نُزَوِّجُ بَنَاتِنَا مَوَالِينَا؟ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ﴾[الحجرات: ۱۳]

''رسول اکرم ﷺ نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ ابو الہند کے ساتھ اپنی ایک عورت کی شادی کر دیں۔ انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح غلاموں سے کردیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّاُنۡثٰی۔۔۔''

(ابو داؤد، المراسیل، ۱: ۱۹۵، رقم: ۲۳۰)

ابو الہند حضور نبی اکرم ﷺ کا فصد لگانے والا غلام تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک آزاد عورت کا نکاح ایک غلام سے کر کے نسب وحسب اور صنعت وحرفت کے سارے بت توڑ دیئے۔

قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت اس آیت سے بھی ملتا ہے، ارشاد فرمایا:

وَلَا تَنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکٰتِ حَتّٰی یُؤۡمِنَّ ط وَلَاَمَۃٌ مُّؤۡمِنَۃٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکَۃٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡکُمۡ. (البقرۃ، ۲: ۲۲۱)

''اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں، اور بے شک مسلمان لونڈی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں بھلی ہی لگے اور (مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں سے بھی نکاح نہ کرو جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً بتا دیا کہ مسلمان آزاد لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے کرنا جائز ہے۔ حالانکہ غلام، آزاد کا کفو نہیں ہوتا۔

احادیث سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

احادیث مبارکہ میں بھی غیر کفو میں نکاح سے متعلق بے شمار ثبوت ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.

''عورت سے چار چیزوں کے باعث نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن و جمال اور

اس کے دین کی وجہ سے، تیرے ہاتھ گرد آلودہ ہوں، تو دیندار کو حاصل کر''۔ (بخاری، الصحیح، ۵: ۱۹۵۸، رقم: ۴۸۰۲)

۲۔ ابوامامہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَـا اسْتَفَادَ الْمُؤمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَه مِنْ زَوْجَةٍ صَـالِـحَةٍ اِنْ اَمَرَها اَطَاعَتُه وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْها سَرَّتُه وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْها اَبَرَّتُه وَاِنْ غَابَ عَنْها نَصَحَتُه فى نَفْسِها وَمَالِه.

''مومن اللہ کے تقویٰ کے بعد جو اپنے لیے بہتر تلاش کرے وہ نیک بیوی ہے کہ اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرے، اس کی جانب دیکھے تو خوش ہو، اگر وہ کسی بات کے کرنے پر قسم کھالے تو اسے پوری کر دے۔ اگر شوہر کہیں چلا جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اپنی جان و مال کی نگہبانی کرے''۔

(ابن ماجہ، السنن، ۱: ۵۹۶، رقم: ۱۸۵۷)

۳۔ یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ أَمَانَتَهُ وَخُلُقَهُ فَأَنْكِحُوهُ كَائِنًا مَنْ كَانَ، فَإِنْ لَا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ، أَوْ قَالَ: عَرِيضٌ.

''جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کردو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت زیادہ فساد اور فتنہ پھیلے گا''۔

(عبد الرزاق، المصنف، ۶: ۱۵۲، رقم: ۱۰۳۲۵)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَه وَخُلُقه فَزَوِّجُوْ اِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ.

''جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ بپا ہو گا۔ (ترمذی، السنن، ۳: ۳۹۴، رقم: ۱۰۸۴)

۵۔ ''حکم بن غینہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے گھر بھیجا تا کہ وہ اپنے رشتہ کا پیغام دیں۔ اس انصاری کے گھر والوں نے کہا کہ حبشی غلام۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لئے نہ کہا ہوتا تو میں کبھی نہ آتا۔ انہوں نے کہا نبی ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا تم اس رشتہ کے مالک ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر حضور نبی اکرم ﷺ کو خبر دی، اس وقت نبی ﷺ کے پاس سونے کا ٹکڑا آیا۔ آپ نے وہ حضرت بلال کو عطا کیا کہ یہ اپنی بیوی کے پاس لے جانا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دوستوں سے فرمایا تم اپنے بھائی کے ولیمے کی تیاری کرو''۔

مندرجہ بالا حدیث حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک آزاد عورت کا نکاح ایک حبشی غلام کے ساتھ کر کے ہر قسم کے تفاوت کو ختم کر دیا اور بتا دیا کہ اصل چیز مسلمان ہونا ہے، باقی چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ (ابو دؤد، المراسیل، ۱: ۱۹۳۔۱۹۴، رقم: ۲۲۶)

کفو میں کارفرما حکمت

اسلام میں شادی کے سلسلہ میں کفو کا لحاظ اسی لئے کیا گیا ہے کہ اخلاق کے ساتھ ساتھ قومی و قبائلی تعلقات کا لحاظ بھی کرلیا جائے تو رشتہ زوجیت و نکاح میں مزید پختگی پیدا ہونے کے امکانات پیدا ہوجائیں گے اور بس۔ یہ تمام تدابیر دراصل ایک ہی مسئلہ کے محکم و پائیدار کرنے کیلئے کی جاتی ہیں کہ رشتہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہو۔ میاں بیوی کے درمیان مثالی ہم آہنگی ہو، پیار ہو، ہمدردی ہو، میل ملاپ ہو، اور ان دو کی باہمی محبت کے ذریعے ان کے والدین اور پوری برادری و خاندان تک یہ خوشگوار تعلقات پھلتے پھولتے چلے جائیں۔

پیغام نکاح دیتے وقت اس عورت کی خوبیوں کو دیکھنے میں بھی یہی حکمت کارفرما ہے تا کہ یہ رشتہ ہم آہنگی اور موافقت سے استوار ہو۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَا خَطَبَ اَحَدُكُمُ الْمَرْاَةَ فَاِنْ اسْتَطَاعَ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى مَا يَدْعُوْ اِلَى نِكَاحِها فَلْيَفْعَلْ.

''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دے اگر اس کی ان خوبیوں کو دیکھ سکتا ہو جو اسے نکاح پر مائل کریں، تو ضرور ایسا کرے''۔

(احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۴، رقم: ۱۴۶۲۶)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ اس سے شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر اس سے نکاح کر لیا۔ بعد میں حضور نبی اکرم ﷺ سے اس نے اپنی بیوی کی موافقت اور عمدہ تعلق کا ذکر کیا۔''

(احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۴۹، رقم: ۱۸۱۷۹)

اسلام نے قوم و قبیلہ کی جاہلانہ حیثیت کو ختم کیا ہے۔ جس کی رو سے بعض قومیں اعلیٰ اور بعض ادنیٰ سمجھی جاتی تھیں اور اب جاہلیت جدیدہ میں بھی سمجھی جاتی ہیں۔ قرآن کریم نے واضح کیا کہ قوم قبیلہ، ذات برادری، محض جان پہچان کا ذریعہ ہیں ان کی بناء پر نہ کوئی اعلیٰ ہوتا ہے نہ ادنیٰ۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ.

''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو''۔ (الحجرات، ۴۹: ۱۳)

اسلام کی نظر میں عزت و ذلت، بڑا اور چھوٹا ہونے کا دار و مدار ایمان و کردار پر ہے حسب و نسب پر نہیں۔ دین کی نظر میں ایمان و عمل میں پختہ، باکردار، صاحب علم و تقویٰ ہی بہت اعلیٰ و بزرگ تر ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی ہاشمی، قریشی، مکی مدنی ہے لیکن ایمان و عمل اور صالح کردار سے محروم ہے تو جتنا چاہے بڑا بنتا پھرے، اللہ کے نزدیک پرکاہ کے برابر ہے۔ عتبہ، شیبہ ولید، ہاشمی و قریشی ہو کر بھی ذلیل تر، حقیر تر اور کمین تر ہیں۔

نکاح میں کفو کی حیثیت:

اسلام نے نکاح کا مقصد محبت و الفت بتایا ہے۔ لہٰذا نکاح کرتے وقت چند امور کو پیش نظر رکھنے کی ہدایت فرمائی، جس سے میاں بیوی میں جہاں تک ممکن ہو محبت، یگانگت اور ہمدردی پیدا کر دی جائے، رشتہ ازدواج کی پائیداری کا سبب ہو، میاں بیوی میں اتحاد و اتفاق ہو اور وہ پرسکون زندگی بسر کر سکیں۔ یہ بنیادی بات ہے۔ اسلام نے یہ حق ہر مرد اور عورت کو دیا ہے لہٰذا کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی پر اپنی مرضی مسلط کرے یہاں تک کہ باپ، دادا کو بھی جبر کا اختیار نہیں۔

ولا يجوز للولي اِجبار البكر البالغة على النكاح.

''کنواری (خواہ بیوہ یا مطلقہ) بالغ لڑکی کا زبردستی نکاح کرنے کا، اس کے ولی کو (بھی) اختیار نہیں۔

ينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وان لم يعقد عليها ولي

''ہر آزاد، عقل مند بالغ لڑکی ولی کی اجازت کے بغیر بھی نکاح کرے تو نکاح ہو جاتا ہے۔

وجه الجواز انها تصرفت في خالص حقها وهي من اهله لكونها عاقلة مميزة ولهذا كان لها التصرف في المال ولها اختيار الازواج... ثم في ظهر الرواية لا فرق بين الكفء و غير الكفء ولكن للولي الاعتراض في غير الكفئي.

''جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عورت نے (اپنی پسند کا نکاح کر کے) خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور وہ بااختیار ہے کیونکہ عقل مند اور برے بھلے میں تمیز کر سکتی ہے، اسی وجہ سے وہ اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتی ہے۔ اور اسے شادی کرنے کا اختیار ہے۔۔۔ پھر ظاہر روایت میں یہ ہے کہ نکاح کے جواز میں کوئی فرق نہیں، کفو میں ہو یا غیر کفو میں ہو، ہاں غیر کفو میں کرے تو ولی کو اعتراض کا حق پہنچتا ہے''۔

(مرغینانی، الهدایة، ۱: ۱۹۶)

تنقیح مسئلہ:

عام علماء نے فرمایا لزوم نکاح کے لیے کفو شرط ہے کہ اس کے بغیر نکاح لازم نہیں ہوتا۔ امام کرخی رحمہ اللہ، امام مالک، سفیان ثوری رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کفو لزوم نکاح کے لئے شرط نہیں۔

کفو کا اعتبار ضروری ہوتا تو خون میں ہوتا، ادنیٰ مقتول کے قصاص میں اعلیٰ ذات کا قاتل قتل نہ کیا جاتا۔ تو جب خون میں

کفو کا اعتبار نہیں تو نکاح میں کیوں؟ احناف اور دیگر جن ائمہ نے کفو کا اعتبار کیا ہے انہوں نے بھی کبھی کہیں یہ نہیں فرمایا کہ غیر کفو میں نکاح نہیں ہوتا، بلکہ یہ فرمایا کہ بالغ لڑکی غیر کفو میں نکاح کرلے اور باپ یا دادا سے اجازت نہ لے تو ان حضرات کا حق ہے اور وہ قاضی کے پاس تنسیخ نکاح کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔ اگر نکاح ہی نہ ہوتا تو اعتراض کس کا؟ اور تنسیخ کس کی؟

(بدائع الصنائع، ۲: ۳۱۷)

باپ یا دادا کی اجازت سے تو غیر کفو میں نکاح ناجائز ہونے کا کسی نے قول ہی نہیں کیا۔ سب کے نزدیک جائز ہے۔

خلاصہ کلام

درج ذیل عورتوں سے شرعاً نکاح کے حرام ہونے کی قرآن مجید نے صراحت فرمادی ہے:

مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، رضاعی مائیں، رضاعت میں شریک بہنیں، بیویوں کی مائیں، تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کرچکے ہو، بیٹوں کی بیویاں، دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا، شوہر والی عورتیں۔

یہ ہے فہرست ان عورتوں کی جن سے نکاح حرام ہے۔ یہ قرآن کریم کی سورہ نساء کی آیت نمبر 23 اور 24 میں مذکور ہے۔ اس فہرست کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہیں ایک برادری کو دوسری برادری پر حرام ہونا ثابت ہے؟ نہ قرآن میں، نہ حدیث میں، نہ فقہ میں، کہیں بھی منع نہیں ہے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ ہاشمی، قریشی، علوی اموی، پٹھان وغیرہ قومیں ہیں اور قوم و قبیلہ اللہ تعالیٰ نے محض تعارف یعنی باہمی جان پہچان کے لئے بنائے ہیں۔ عزت و عظمت کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔ عقیدہ و عمل پر ہے۔ قوم و قبیلہ پر نہیں۔

❁❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم محمد حنیف کھلنگ (آرگنائزر PAT مظفر گڑھ) کے والد محترم محمد صدیق، محترم قاری عمر حیات (سیالکوٹ لائف ممبر) کی ممانی (گجرات)، محترم حاجی عبدالحمید بٹ (سیالکوٹ لائف ممبر)، محترم کاشف شہزاد (مریدکے) کی والدہ، محترم حاجی سلام دین (مریدکے) کی زوجہ، محترم شیخ احسان (منہاج یوتھ لیگ لیاری ٹاؤن کراچی) کے والد محترم شیخ محمود احمد، محترم اخلاق احمد (شیر شاہ کراچی) کے بہنوئی اور محترم نوید انور (چکوال سرڈھی) کے والد محترم صوبیدار زمان خان، محترم حاجی نادر خان خاکسار (رفیق ادار) کے بھائی محترم باوا عادل حسین قادری، محترم مولانا ظفر احمد وٹو (علی پور چٹھہ) کے بھائی اور محترم طلعت محمود حیدر (علی پور چٹھہ) کے والد محترم ارشاد احمد وٹو، محترم گلزار احمد چیمہ (بھون کلاں حافظ آباد) کی والدہ، محترم عبدالستار چوہان (ڈویژنل کوآرڈینیٹر TMQ نواب شاہ سندھ) کے والد محترم حکیم عبدالغفور چوہان قادری (کچھروشہر)، محترم رفیق غلام (کراچی) کے والد، محترم ڈاکٹر محمد عرفان (لیاری ٹاؤن کراچی) کی والدہ، محترم مقصود احمد گورائیہ (مریدکے) کا بھتیجا، محترم مقصود احمد ورک (شیخوپورہ) کی اہلیہ، محترم پیر مختار احمد بدر (نائب ناظم سنٹرل پنجاب) کی والدہ اور چچا جان (منڈی بہاؤالدین)، محترم محمد سلیم قادری (صدر TMQ کامونکی) کے والد، محترم محمد سلیم قادری (ناظم تعلقات عامہ پی پی 60) کے والد، محترم عمر حیات (پی پی 60 سمندری) کی والدہ، محترم محمد اعظم کسانہ (منڈی بہاؤالدین) کی ہمشیرہ، محترم تجمل عباس (پی پی 136) کی والدہ، محترم حافظ مزمل بسراء (نارووال) کے چچا جان، محترم علامہ حافظ شبیر احمد قادری (نائب ناظم سنٹرل پنجاب کولو تارڑ) کی والدہ اور محترم محمد اقبال بسراء (چیچہ وطنی) کے والد قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

نبی اکرم ﷺ ہمہ گیر انقلاب کے قائد

سیدنا علی ؓ نے فرمایا: کمال یقین یہ ہے کہ پردہ ہٹ بھی جائے
تو بھی یقین اتنا ہی رہے جتنا پہلے تھا

انسانی زندگی کے ہر پہلو کو فکرِ انقلاب سے آشنا کرنا مقصودِ بعثتِ رسالت تھا

ڈاکٹر حسین محی الدین القادری کا مجلسِ ختم الصلوۃ سے خطاب

رپورٹ: محمد اقبال چشتی

تاجدارِ کائنات ﷺ کی بعثت مبارکہ کا بنیادی مقصد اِنسانی حیات میں ہمہ گیر انقلاب بپا کرنا تھا اور انقلاب کی ہمہ گیری درحقیقت زندگی کے انفرادی، ذہنی، ایمانی، اَخلاقی، اجتماعی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور بین الاقوامی الغرض ہر پہلو کو محیط ہے۔ ذیل میں اس ہمہ گیر انقلاب کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا جارہا ہے:

فکری انقلاب

جب ہم ذہنی یا فکری انقلاب کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد انسانی فکر وشعور میں اُس مقصد کا اُجاگر ہونا ہے جس مقصد کی خاطر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا۔ گویا ذہنی انقلاب یہ ہے کہ انسان کو اپنے ہونے کا مقصد سمجھ آجائے اور اپنے وجود کی وجہ سمجھ میں آجائے، زندگی سے بے مقصدیت کا خاتمہ ہوجائے اور زندگی کو مقصدیت کی خوشبو نصیب ہوجائے۔ مقصدیت سے آشنائی ہی دراصل ذہنی سطح پر انقلاب بپا ہونے کا اظہار ہے۔

ایمانی انقلاب

انقلاب کا دوسرا پہلو ایمان ہے۔ کسی شخص کے ایمان کو انقلاب کی خوشبو تب نصیب ہوتی ہے جب اُس کا ایمان اُس کو راسخ یقین عطا کردے۔ یہ یقین اُسے نصیب ہوجائے اور وہ یقین اِس کمال درجہ کا ہو کہ بعد ازاں اگر حجابات رفع ہوجائیں اور نگاہ کے سامنے وہ اُمور واضح ہوجائیں جن کے بارے میں وہ یقین رکھا کرتا تھا تو اُس کو اپنے یقین اور حقیقت میں کوئی فرق محسوس نہ ہو۔ یہ ایمان کی سطح پر انقلاب بپا ہونے اور ایمان کو یقین کی عظمت نصیب ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وہ یقین ہے جس کے متعلق سیدنا علیؓ نے فرمایا:

''اعلیٰ اور کمال یقین یہ ہے کہ پردہ ہٹ بھی جائے تو بھی یقین اتنا ہی رہے جتنا پہلے تھا''۔

جب یہ چیز پائی جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کے ایمان اور یقین کو انقلاب کی دولت سے نوازا ہے۔ ہر انسان اپنے ایمان کی سطح پر اپنے یقین کی حالت اور کیفیت کو پرکھ سکتا ہے؟ کسی کے کمال یقین پر شہادت یہ ہے کہ اس کا اللہ کی ذات پر، رسول اللہ ﷺ کی ذات پر اور آخرت پر یقین کا عالم یہ ہو کہ جو کچھ وہ کرتا ہے یا جو کچھ اسے نصیب ہوگا وہ اس کے مکافاتِ عمل کے طریقے سے ہوگا۔ تاجدار کائنات ﷺ، صحابہ کرام ؓ، بزرگانِ دین کی تعلیمات پر اُس کے ایمان کے یقین کا عالم یہ ہو کہ یہی راستہ درست ہے۔ وہ دنیا کے مختلف افکار سے مغلوب ہوکر نہ پھرتا رہے بلکہ اُس پر یہی ایک بات غالب رہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی قربت حاصل کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ اُس کے یقین وایمان پر صبح و شام یہ کیفیت طاری رہے کہ میں نے تاجدارِ کائنات ﷺ سے محبت کی ہے تو اس کا صلہ یقیناً آخرت میں نصیب ہوگا اور اگر دینِ اسلام سے کسی بھی صورت عداوت کی تو

اللہ کی بارگاہ سے یقیناً اس کی گرفت ہوگی۔ اگر اس کا ایمان اس سطح تک پہنچ جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُس کے یقین نے اُس کے ایمان کو انقلاب آشنا کردیا۔

اخلاقی انقلاب

اِسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ کی بعثت کا ایک اور مقصد اَخلاقی انقلاب بپا کرنا بھی ہے۔ اَخلاقی انقلاب یہ ہے کہ انسان کی زندگی رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اَخلاق وفضائل سے مزین ہو جائے۔ اُس کی زندگی کا مقصداور محور یہ بن جائے کہ اُس نے رضائے الٰہی حاصل کرنی ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وہ صبح وشام اپنے اَخلاق، اَعمال اور اَفکار سنوارنے کے لیے کمر بستہ ہو جائے۔ جب اُس کی زندگی کا کل مقصد فقط رضائے الٰہی ہو تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی زندگی میں اَخلاقی سطح پر بھی انقلاب بپا ہوگیا ہے۔

معاشرتی انقلاب

اسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ کی بعثت کا ایک اور مقصداجتماعی زندگی میں بھی انقلاب بپا کرنا ہے۔ اجتماعی زندگی درحقیقت اطاعت اور اِنحراف کے تضاد پر مشتمل ہے۔ یعنی اجتماعی زندگی میں کچھ لوگ اطاعت سے مزین ہوتے ہیں اور کچھ لوگ انحراف برتتے ہیں۔ جب اطاعت اور انحراف کو ایک جگہ جمع کر دیں تو جو کچھ نظر آتا ہے اُسے اجتماعی زندگی کہتے ہیں۔ اجتماعی زندگی معاشی، معاشرتی، سیاسی پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ہر پہلو میں اطاعت بھی ہے اور انحراف بھی ہے۔ ہر انحراف کو جب اجتماعی زندگی میں اطاعت سے بدل دیا جائے تو اُسے کسی بھی اجتماعی زندگی میں انقلاب کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر انسان اپنی انفرادی یا معاشرتی زندگی میں تکبر کا شکار ہو تو اُسے انحراف کہیں گے اور اگر وہ تفاخر وخود پسندی کو ترک کر کے اپنے آپ کو دیگر مسلمانوں کے لیے اُخوت کے رشتے میں تبدیل کردے، ہر ایک کو اپنے جیسا جاننے لگ جائے، چاہے کوئی کسی بھی مذہب، مسلک یا برادری کا ہو، ہر فرق کو مٹا دے تو پھر کہا جاسکتا ہے کہ اس کی اجتماعی زندگی میں بھی انقلاب بپا ہوگیا۔

انسان کا اپنی معاشرتی زندگی میں کسی کو پرکھنے کا مدار بھی اَحکامِ الٰہیہ پر مبنی ہونا چاہیے۔ کسی کو بہتر جاننا ہے تو وہ بھی احکامِ الٰہیہ کی روشنی میں ہو، کسی کو بُرا جاننا ہے تو وہ بھی اَحکامِ الٰہیہ کی روشنی میں ہو۔ اُس کے اندر اپنی فکر، سوچ کا عمل دخل نہ ہو تو معاشرتی زندگی میں انقلاب بپا ہوتا ہے۔ معاشرتی زندگی انسان کے مابین بعض رشتوں کا نام ہے، ان رشتوں سے اپنی ذاتی سوچ نکال کر اللہ کے حکم کی اطاعت اور تعمیل آجائے تو معاشرتی زندگی میں انقلاب بپا ہو جاتا ہے۔

معاشی انقلاب

سیاسی زندگی سے پہلے درحقیقت معاشی زندگی آتی ہے۔ اگر معاشی زندگی میں انقلاب بپا ہو جائے تو خود بخود سیاسی زندگی پر انقلاب کا اثر رونما ہوتا ہے۔ معاشی زندگی میں انقلاب بپا ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان جب اپنی ذات میں ہوتا ہے تو وہ لالچ، بخل، حرص جیسی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے۔ جب وہ ان عادات کا شکار ہوتا ہے تو اُسے کہا جائے گا کہ یہ انحراف میں ہے۔ جب وہ اِن بُری عادات اور امراض کو بدل دے، یعنی بخل کو وُسعتِ قلبی سے بدل دے، بخل کو سخاوت اور ایثار وقربانی سے بدل دے اور اُس کی نگاہ میں نیکی کا معیار پھر یہی رہ جائے جس کے متعلق اللہ رب العزت نے فرمایا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ:

’’(تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو)‘‘۔

جب معاشی زندگی کا مطمع نظر اس آیت کو اور حکم خداوندی کو بنالیں گے تو پھر وہ انحراف سے نکل کر اطاعت میں چلا جائے گا۔ اس مقام پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس شخص نے اپنی معاشی زندگی میں بھی انقلاب بپا کر دیا ہے۔

سیاسی انقلاب

اسی طرح اجتماعی زندگی کا ایک اور پہلو سیاسی زندگی ہے۔ انسانی زندگی کا یہ پہلو بھی اُس وقت تک انقلاب آشنا نہیں ہوسکتا جب تک اِسے بعثتِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو نصیب نہ ہو۔ آج کے دور میں معاشرے میں رسہ کشی، فسادات اور تکالیف سیاسی زندگی کی پہچان بن گئے ہیں۔ سیاسی زندگی کے

اندر بنیادی طور پر دو Element ہوا کرتے ہیں:

(۱) حاکم (۲) محکوم

یعنی حکمران اور عوام۔ حق دینے والا اور حق لینے والا۔ جب سیاسی زندگی کی بنیاد، معاشرتی رسم ورواج اور اپنی ذاتی خواہشات پر رکھ دی جائے تو سیاسی زندگی فتنے کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال آج ہم پاکستان کی سیاست میں دیکھتے ہیں۔ اگر سیاسی زندگی کے پہلو کو انقلاب آشنا کر دیا جائے اور اُسے انحراف سے بدل کر اطاعت کی راہ پر گامزن کر دیا جائے تو یہی سیاسی زندگی خوشبو دار ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ فرض اور حق کے درمیان باہم ایک رشتہ پایا جاتا ہے۔ یہ دونوں الگ الگ شے نہیں ہیں۔ کسی کا کچھ فرض ہے تو وہ دوسرے کا حق ہے۔ کسی کا کچھ حق ہے تو یقیناً وہ کسی کا فرض ہے جو اُس نے دینا ہے۔ اگر ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اور احکامات کی روشنی میں اپنے فرائض اور حقوق کو سمجھ لے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔

ہم اپنے فرائض وحقوق کی بنیاد اپنی ذاتی خواہشات یعنی معاشرتی کلچر، رواج، ضرورتوں اور نفسانی خواہشات پر رکھتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں جو سیاسی نظام وجود میں آتا ہے، اس کی بنیاد فقط لوٹ، کھسوٹ، قتل وغارت اور دہشتگردی پر رکھی جاتی ہے۔ پھر ایسے نظام میں عدالتیں انصاف کی آماجگاہ کے بجائے قربان گاہیں بن جاتی ہیں کیونکہ اُس سیاسی نظام کی شکل وصورت اور بنیاد درحقیقت ذاتی خواہشات پر رکھی گئی ہے۔

یہ سب کچھ حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات سے انحراف اور شریعت محمدی سے انحراف ہے۔ جب یہی نظام قرآن کی تعلیمات، اطاعت مصطفیٰ ﷺ اور تعلیمات مصطفیٰ ﷺ کے پیکر میں ڈھل جائے تو انسانیت کے لیے خوبصورت بن جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم حکمرانوں اور عوام میں ایک رسہ کشی کی صورت دیکھتے ہیں۔ عوام الناس کو جب اُن کا حق نہیں ملتا تو وہ حکمرانوں کو غاصب کہتے ہیں اور جب وہ حق مانگنے کے لیے باہر نکلتے ہیں تو کہا جاتا ہے یہ فسادی ہیں۔ گویا ہر کوئی اپنے آپ کو درست سمجھتا ہے اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے۔ ہر کوئی سمجھتا ہے کہ میرے حقوق ہیں، فرائض نہیں ہیں۔ جب تک یہ دونوں طبقات اپنے حقوق اور فرائض نہیں سمجھیں گے اُس وقت تک کسی بھی ملک میں فلاحی نظامِ سیاست وجود میں نہیں آ سکتا۔ فلاحی نظامِ سیاست کی بنیاد تب ممکن ہوتی ہے جب اُس کی بنیاد اطاعت پر رکھ دی جائے۔

بین الاقوامی انقلاب

تاجدار کائنات ﷺ نے نظام زندگی کے ہر پہلو کو انقلاب آشنا فرمایا۔ اُسی کے نتیجے میں ہم کہتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کائناتِ انسانی میں ہمہ گیری انقلاب کے قائد ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہر ہر انسانی پہلو کو انقلاب آشنا فرمادیا۔ انسانی پہلوؤں میں بین الاقوامی زندگی بھی ہے۔ آج جب ہم بین الاقوامی زندگی کو دیکھتے ہیں کہ وہاں پر کیا مشکلات ہیں؟ اور اس سطح پر کون سے اُمور ہیں جن کو انقلاب آشنا کرنے کی ضرورت ہے؟ اس کرۂ ارض پر مختلف ممالک اپنا وجود رکھتے ہیں، اُن کے درمیان جو کچھ پایا جاتا ہے اُس کو عناد، بغض اور ذاتی مفاد کہا جاتا ہے۔ ہر قوم اور ہر ملک اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دوسرے کو کچلنا چاہتا ہے۔ اپنے ذاتی عناد کی خاطر دوسری قوم کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔ اپنے آپ کو طاقتور کرنا چاہتا ہے اور دوسرے کو کمزور کرنا چاہتا ہے۔ اُس کے نتیجے میں پھر کرۂ ارض پر بے پناہ جنگیں لڑی جاتی ہیں، فتنہ وفساد بپا ہوتے ہیں، قتل وغارت گری ہوتی ہے، ملکی سطح پر سازشیں ہوتی ہیں تاکہ دوسری قوم کو نیچا دکھایا جائے۔ اس جنگ میں ہر ملک شریک ہوتا ہے۔ گویا ان اقوام کی بین الاقوامی زندگی انحراف کا شکار ہے۔

جب یہ بین الاقوامی زندگی اطاعت کے سانچے میں ڈھل جائے اور اس کو اطاعت محمدی ﷺ نصیب ہو جائے، اطاعت تعلیماتِ قرآن نصیب ہو جائے تو پھر یہ بین الاقوامی معاشرے بھی مہذب بن جائیں۔ جب تک وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں ہیں، ان کو مہذب نہیں کہا جاسکتا۔ وہ اپنی زبان میں خواہ خود کو مہذب سمجھتے ہوں لیکن درحقیقت انسانی تعریف میں اُن کی زندگی تہذیب کے دائرے سے خارج ہے۔ وہ معاشرہ جس کو امن نصیب نہ ہو خواہ وہ سائنسی تحقیقات

میں آگے بڑھ جائے، وہ مہذب نہیں ہے۔ جس معاشرے میں رواداری، اخوت، بھائی چارہ نہ ہو تو اُس معاشرے میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ وہ خود بھی جیئے اور دوسروں کو بھی جینے دے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ہم تاریخِ اسلام پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں امتِ مسلمہ کی قیادت مختلف طبقات کے ہاتھوں میں رہی۔ کہیں بنو امیہ بر سر اقتدار آ گئی، کہیں بنو عباس آ گئی، کہیں فاطمی آ گئے، ہر کوئی اپنے نسب ونسل پر فخر کرتا آیا اور اس نے دوسری قوم کو نیچا دکھانے کی کوشش کی۔ جب تک اتفاق رہا تو وہ معاشرہ اطاعت والا معاشرہ تھا۔ اطاعت سے نکل کر اپنی ذاتی طاقت، تفاخر، اہلیت، اپنے ملک کی طاقت بڑھانے اور اپنے اقتدار کو طول دینے میں مصروف ہوئے تو معاشرہ اطاعت سے نکل کر انحراف میں داخل ہوگیا اور اس کے بعد زوال کا شکار ہوگیا۔

آج یہی عالم مغربی (Western) اور مشرقی (Eastern) ممالک کا ہے۔ گو وہ اپنے آپ کو مہذب ممالک کہتے ہیں، لیکن دیکھا جائے تو وہ کمزور ممالک کو اور کمزور کرنا چاہتے ہیں، اُن کی حکومت و سیاست کو مزید توڑنا چاہتے ہیں، اُن پر اپنی پالیسیز کو مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ ایسا طرزِ عمل درحقیقت کسی مہذب قوم کی علامت نہیں ہے۔

تاجدارِ کائنات ﷺ کی بعثتِ مبارکہ مذہبی، ذہنی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی میں انقلاب بپا کرنے کے لیے تھی۔ اسی طرح تاجدارِ کائنات ﷺ کی بعثتِ مبارکہ بین الاقوامی انقلاب بپا کرنے کے لیے ہوئی۔ اگر ہم آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو سے روشنی اخذ کریں گے تب انفرادی و اجتماعی سطح کی ہر جہت سے ہماری زندگیاں انقلاب آشنا ہوں گی۔ اس ہمہ گیر انقلاب سے اپنے آپ کو مستفید کرنے کے لیے ''قوتِ یقین'' کا حامل ہونا ایک لازمی تقاضا ہے۔ بقول اقبال:

یقیں محکم، عملِ پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

❁❁❁❁❁

قائد ڈے نمبر فروری 2018ء

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 67 ویں سالگرہ کے موقع پر حسب روایت امسال بھی ماہنامہ منہاج القرآن قائد ڈے نمبر شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔ یہ شمارہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قومی و بین الاقوامی سطح پر امن ومحبت کے فروغ اور بیداریٔ شعور کیلئے کی جانے والی ہمہ جہتی خدمات پر مشتمل ہوگا۔

اس سلسلے میں آپ بھی ماہنامہ منہاج القرآن کو اپنی خصوصی معیاری تحریریں بھجوا سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں قائد ڈے کے موقع پر آپ کی طرف سے **مبارکبادی پیغامات** کی صورت میں اشتہارات کی بکنگ بھی جاری ہے۔

آپ اپنی تحریر، مضامین اور اشتہارات سے متعلقہ اشاعتی مواد مورخہ 10 جنوری 2018ء تک ماہنامہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور ارسال کرسکتے ہیں۔

فون: 042-111-140-140 Ext-128، mqmujallah@gmail.com

تاجدار ختم نبوت کانفرنس

34 ویں عالمی میلاد کانفرنس تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس سے منسوب

بے شک آپ ﷺ عظیم الشان خُلق پر قائم ہیں

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا کانفرنس سے اخلاقِ حسنہ پر ایمان افروز خطاب

نیلسن مینڈیلا کے پوتے مانڈلہ مینڈیلا اور جنوبی افریقہ سے آئے مہمانوں اے وی محمد زید نورڈین، اسماعیل ابوالحسن خطیب، طاہر رفیق نقشبندی کی خصوصی شرکت

تحریک منہاج القرآن کی پہچان اور انفرادیت محبت و عشقِ مصطفیٰ سے عبارت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے جشنِ میلاد مصطفیٰ ﷺ کا اہتمام نہایت تزک و احتشام سے کیا جاتا ہے۔ عشق رسالت مآب ﷺ کے فروغ کے لیے عظیم عالمی میلاد کانفرنس کا آغاز ہوئے 34 برس ہوچکے ہیں۔ الحمدللہ تحریک منہاج القرآن نے بھرپور ذوق وشوق کے ساتھ حضور ﷺ سے والہانہ محبت و الفت اور آپ ﷺ سے وفاداری نبھانے کا پیغام نہ صرف دنیا بھر میں پہنچایا ہے بلکہ جشن آمد مصطفیٰ ﷺ کو معاشرتی ثقافت کا اہم حصہ بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ آمد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی کے ساتھ ساتھ ولادت باسعادت کی مقصدیت و اہمیت کے تصور کو بھی تحریک اجاگر کررہی ہے اور سیرت نبوی ﷺ سے روشنی لیتے ہوئے آمد مصطفیٰ ﷺ کی پرمسرت ساعتوں کو منانے کے ساتھ ساتھ اتحاد و یکجہتی، محبت و رواداری، امن و آشتی اور قوتِ برداشت کی تعلیمات کو بھی دنیا بھر میں عام کررہی ہے۔

اللہ رب العزت کے پیارے حبیب اور محسن کائنات ﷺ کی آمد پر اظہارِ تشکر کے لئے اس سال بھی حسب روایت ماہ ربیع الاول کا چاند طلوع ہوتے ہی تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ اور منارۃ السلام کو برقی قمقموں اور روشنیوں سے سجایا گیا۔ یکم ربیع الاول سے لے کر دس ربیع الاول تک مرکزی سیکرٹریٹ سے مشعل بردار ریلیاں نکالی گئیں، ان ریلیوں میں کالج آف شریعہ منہاج یونیورسٹی کے طلبہ، اساتذہ اور مرکزی قائدین کے علاوہ اہل محلّہ سیکڑوں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ نماز عشاء کے بعد مرکزی سیکرٹریٹ کے صفہ ہال میں روزانہ محافل میلاد کا انعقاد کیا گیا جس میں مرکزی قائدین، کارکنان، سٹاف ممبران اور عوام الناس کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ محفل کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوتا، اس کے بعد ذکر و نعت اور درود وسلام کے ذریعے عشاقان مصطفیٰ ﷺ کے قلوب و اذہان کو منور کیا جاتا اور رقت آمیز دعا کے بعد ضیافت میلاد کا اہتمام بھی کیا جاتا۔

اس ماہ مبارک میں تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان و وابستگان نے پوری دنیا میں قائم مراکز میں بھی محافل میلاد کا انعقاد کیا اور ان مراکز کو خوبصورت روشنیوں سے سجایا گیا۔ یوں تحریک منہاج القرآن کو میلاد مصطفیٰ ﷺ منانے کا ایک منفرد اعزاز حاصل ہے۔

ان تمام محافل کا عروج و کمال اپنے اندر فیوض و برکات سموئے ہوئے گیارہ اور بارہ ربیع الاول کی درمیانی شب 30 نومبر 2017ء لاہور کے تاریخی مقام مینار پاکستان پر عالمی میلاد کانفرنس کی صورت میں جلوہ گر ہوا جس میں ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے نامور احباب، علماء و مشائخ، اقلیتی نمائندوں، وکلاء، سیاستدان، تاجر برادری، طلبہ، اساتذہ اور خواتین و حضرات نے لاکھوں کی تعداد میں شرکت کی۔ امسال عالمی میلاد کانفرنس کو

''تاجدارِ ختم نبوت کانفرنس'' سے موسوم کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دھن، دھونس اور دھاندلی کے نتیجہ میں اقتدار پر مسلط حکمرانوں نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے اور اپنے اقتدار کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کے لیے پاکستان کے آئین و قانون میں موجود ختم نبوت کے تحفظ میں پاس کئے گئے قوانین ختم اور حلف نامہ کو بدل دیا جس پر اسلامیان پاکستان کی طرف سے شدید ردعمل آیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بروقت اپنا شدید ردعمل دیا، جس بناء پر حکمران اپنے اس مکروہ و مذموم ایجنڈے میں بری طرح ناکام ہوئے اور حکومت اصل شکل میں اس حلف نامہ کو بحال کرنے پر مجبور ہوگئی۔ یہ کانفرنس منہاج ٹی وی اور پاک نیوز کے ذریعے پوری دنیا میں براہ راست نشر کی گئی۔

اس عالمی میلاد کانفرنس کے مہمانِ خصوصی نیلسن منڈیلا کے پوتے محترم مانڈلا منڈیلا تھے جو ساؤتھ افریقہ سے تشریف لائے۔ دیگر مہمانانِ گرامی میں محترم شیخ ابوالحسن اسماعیل خطیب (ساؤتھ افریقہ)، محترم احمد ولی محمد (ساؤتھ افریقہ)، محترم منظور احمد وٹو (مرکزی رہنما پیپلز پارٹی)، محترم ولید اقبال (علامہ اقبالؒ کے پوتے اور رہنما تحریک انصاف)، محترم فرید احمد پراچہ (رہنما جماعت اسلامی)، محترم علامہ امداداللہ خان، علامہ محمد امین شہیدی (مجلس وحدت المسلمین)، مسز نوشین حامد (رہنما PTI)، مسیح برادری سے تعلق رکھنے والے بشپ منوہر لال، سردار گوپال سنگھ چاولہ اور سروا گھماکشن شامل ہیں۔

سٹیج پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ہمراہ مہمانان گرامی کے ساتھ چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر تحریک منہاج القرآن محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن محترم خرم نواز گنڈا پور، محترم بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، محترم جواد حامد (ڈائریکٹر نظامت سیکرٹریٹ)، جملہ مرکزی قائدین تحریک اور اندرون و بیرون ممالک کی مختلف مہمان شخصیات تشریف فرما تھیں۔

پہلا سیشن

کانفرنس کے پہلے سیشن میں نقابت کے فرائض محترم محمد عامر، محترم محمد انعام مصطفوی، محترم منہاج الدین اور محترم حافظ حسن شیر نے ادا کئے جبکہ تلاوت کلام پاک کی سعادت محترم قاری طارق علی شاہ، محترم قاری جنید رسول بغدادی، محترم قاری عبدالصمد اور محترم قاری فرحان بخش نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول کی سعادت محترم قاری عبیداللہ و ہمنوا، محترم حافظ برادران، کوئٹہ سے تشریف لائے ہوئے ننھے نعت خواں محمد معارج، محترم شکیل احمد طاہر، محترم طاہری برادران، محترم محمد عمر فاروق، محترم محمد عمر بٹ اور محترم قاری فرحان بخش نے حاصل کی۔

☆ ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن محترم خرم نواز گنڈا پور نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے تشریف لانے والے تمام احباب و انتظامی کمیٹیوں کو مبارکباد دی اور عالمی میلاد کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔

☆ صدر یوتھ لیگ محترم مظہر محمود علوی نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بلاشبہ عقیدہ ختم نبوت ایمان کا حصہ ہے۔ صحابہ کرام نے عشق رسول ﷺ اور جذبہ ایمانی کے تحت دین کا پیغام پہنچایا جس کی بدولت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صداقت کا فیض ملا، حضرت عمرؓ کو عدالت کا، حضرت عثمان غنیؓ کو حیاء و غناء اور حضرت علیؓ کو شجاعت کا فیض عطا کیا گیا اور حضرت امام حسینؓ اسی جذبے کے تحت مقام رضا پر فائز ہوئے۔ اسی عشق رسول ﷺ اور جذبہ ایمانی کا تسلسل ہے کہ ہمارے قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری عشق رسول ﷺ کو دنیا بھر میں پھیلا رہے ہیں۔

☆ بہاولپور سے تعلق رکھنے والے ہندو برادری کے مہمان سروا گھماکشن لال نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ میں ہندو برادری کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کی ولادت پر تمام مسلمانوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے امن کا پیغام پہنچا رہے ہیں اور ان کا قائم کیا ہوا ادارہ واحد ادارہ ہے جو ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو علم سے آراستہ کر رہا ہے۔

☆ محترم علامہ امداد اللہ خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ رب العزت نے اس پرفتن دور میں ہمیں ایک ایسا رہنماء عطا کیا جو امت مسلمہ کو درپیش تمام بحرانوں سے نکالنے کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری عقیدے میں پختگی اور سوچ میں وسعت دیتے ہیں۔ تحریر ہو یا

تقریر، تدبیر ہو یا قانون، ہمارا قائد ہر فن میں بے مثال ہے۔

☆ ویمن لیگ کی نمائندگی کرتے ہوئے محترمہ افنان بابر اور محترمہ لبنیٰ مشتاق نے کہا کہ جب بھی ناموس رسالت پر حملہ ہوا تو ایک ہی مردحر میدان میں آیا جس کا نام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہے جس کے عمل کی بدولت نسل انسانی کو سیدھی راہ مل رہی ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں فکری انقلاب بپا ہوا ہے۔ عالمی میلاد کانفرنس میں تشریف لانے والی تمام خواتین کو خوش آمدید کہ ان کی لازوال خدمات تحریک کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

دوسرا سیشن

اسی اثناء میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری عالمی میلاد کانفرنس کے سٹیج کی زینت بنے۔ پرجوش نعروں سے آپ کا استقبال کیا گیا اور پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ شیخ الاسلام کے ساتھ معزز مہمانان گرامی محترم ماڈلا منڈیلا، محترم احمد ولی محمد، محترم شیخ اسماعیل خطیب بھی تشریف لائے۔ شیخ الاسلام کی آمد کے ساتھ ہی کانفرنس کے دوسرے سیشن کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا جس کی سعادت قاری نور احمد چشتی نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول بحضور سرور کونینﷺ کی سعادت محترم افضل نوشاہی، محترم شہزاد برادران اور محترم بلالی برادران نے حاصل کی۔ اس کے بعد مہمانان گرامی کے خطابات کا سلسلہ شروع ہوا۔

☆ مسیحی برادری کے رہنما بشپ منوہر لال کا کہنا تھا کہ محمدﷺ کے جنم دن پر خوشی کا ماحول ہے اور اس خوشی کے ماحول میں مسیحی برادری کی طرف سے میلاد مبارک ہو۔ ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب دل اور انسانیت کا دروازہ کھولتے ہیں۔ آپ محبت، میل ملاپ اور صلح کا پیغام لے کر آئے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم آپ کے پیغام کو پوری دنیا تک پہنچائیں۔

☆ سکھ برادری کی نمائندگی کرتے ہوئے سردار گوپال سنگھ چاولہ نے کہا کہ

کاٹ دیں گے وہ ہاتھ جو مٹائے نام محمد کا
چوم لیں گے وہ ہاتھ جو لکھے نام محمد کا

حضرت محمدﷺ کو قرآن نے تمام جہانوں کے لیے رحمت کہا ہے لہٰذا وہ صرف مسلمانوں کے ہی نبی نہیں بلکہ ہمارے لیے بھی رحمت ہیں، اس لیے صرف مسلمانوں کا حضرت محمدﷺ پر اجارہ نہیں ہے۔ آج اگر معاشرتی، فکری اور علمی سطح پر بچے بچے میں شعور ہے تو وہ صرف ڈاکٹر طاہرالقادری کی وجہ سے ہے۔ ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی کرکے گستاخی کے مرتکب لوگ سزا کے مستحق ہیں۔

☆ محترم فرید احمد پراچہ (رہنما جماعت اسلامی) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ختم نبوت کے قانون میں تبدیلی کرنے والے آج بھی ہمارے اوپر مسلط ہیں۔ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ہم سب کو مل کر چلنا ہوگا۔ جماعت اسلامی کی طرف سے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے ساتھ ہم آہنگی کا اعلان کرتا ہوں۔ ہمارے ملک میں چور بازاری، کرپشن اور منی لانڈرنگ کا جو ناسور ہے، اس کو مل کر ختم کرنا ہوگا۔

☆ پاکستان تحریک انصاف کے رہنما محترم ولید اقبال نے کہا شیخ الاسلام اور ہماری فیملی کا ایک گہرا رشتہ ہے جو عشق رسولﷺ کی بنیاد پر قائم ہے۔ شیخ الاسلام کو معاشرے میں محبت و ہم آہنگی اور رواداری کا ماحول قائم کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

☆ محترم علامہ محمد امین شہیدی (مجلس وحدۃ المسلمین) نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں شیخ الاسلام کو اس حساس وقت میں ایسا پروگرام منعقد کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آپ نے عشق رسول کا پیغام دے کرامت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی ہے۔

☆ پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما میاں منظور احمد وٹو نے اس خوبصورت پروگرام کے انعقاد پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ سعادت صرف ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو حاصل ہے کہ انہوں نے عظیم الشان عالمی میلاد کانفرنس کا اہتمام کیا۔ شیخ الاسلام سے جن کا تعلق ہوجائے تو وہ اس تعلق کو قائم بھی رکھتے ہیں اور اس کا بھرم بھی رکھتے ہیں۔ موجودہ حکمرانوں کو مکروہ چہرے بے نقاب ہوچکے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ وہ شیخ الاسلام کو کندھوں پر اٹھا کر غار حرا لے گئے مگر جوں ہی یہ حکمران دین سے دور ہوتے گئے تو نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ اب کرپشن بچانے کے لئے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔

☆ ساؤتھ افریقہ سے تشریف لانے والے معزز مہمان بیرسٹر شیخ اسماعیل ابوالحسن خطیب نے خوبصورت محفل کے انعقاد پر

مبارکباد پیش کی اور کہا کہ ہم سب کو مل کر لوگوں کے لیے بہتر زندگی گزارنے کی جدوجہد کرنی چاہئے۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں شیخ الاسلام کی سنگت ملی ہے۔ شیخ الاسلام کے سامنے میرا بولنا ایسا ہے جیسے پانی کے ہوتے ہوئے تیمّم کی اجازت نہیں۔ تین سے چار دہائیوں کے اندر شیخ الاسلام نے امت مسلمہ اور انسانیت کے لیے جو خدمات سرانجام دی ہیں اس کے حصول کے لیے ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے۔ شیخ الاسلام علمی بصیرت رکھنے والی شخصیت اور اللہ کی نعمت ہیں۔ انہوں نے شیخ الاسلام کو Man of Vision قرار دیا۔

☆ محترم اے وی محمد (ساؤتھ افریقہ) کا کہنا تھا کہ شیخ الاسلام ایک چاند ہیں اور آپ سب لوگ اس کے ستارے ہو۔ ہم سب کو مل کر شیخ الاسلام کی ہر جہت میں مدد کرنی چاہئے کیونکہ آپ ایک قابل قدر شخصیت کے مالک ہیں۔ صرف شیخ الاسلام کی ذمہ داری نہیں کہ وہ اکیلے امن کی جنگ لڑیں بلکہ آپ سب لوگوں کو شیخ الاسلام کا ساتھ دینا چاہئے۔ میں اس حیران کن پروگرام پر آپ تمام کو سلام کرتا ہوں۔ شیخ الاسلام سے ملاقات اور آپ کے کام کو دیکھ کر میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ آپ کے بارے کچھ کہوں۔ شیخ الاسلام Man of action ہیں، آپ نے وہ کام کیا ہے جو دوسرے نہیں کرسکے۔ آپ کے علم کی میراث آئندہ چودہ سو سال اور اس سے بھی آگے تک پوری انسانیت کے لیے ہے۔ اب میں آئندہ سے منہاج القرآن اور شیخ الاسلام کا سفیر بن کر کام کروں گا۔ آخر میں انہوں نے شیخ الاسلام کو اپنے ملک ساؤتھ افریقہ تشریف لانے کی دعوت بھی دی۔

☆ محترم مانڈلا منڈیلا (ساؤتھ افریقہ) نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہماری دعا ہے کہ پاکستان ہمیشہ سلامت رہے۔ قائد تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک ایسی شخصیت ہیں جو زندگی میں ہم آہنگی اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں ایک عالمی سطح کا پروگرام منعقد کرنا ایک عظیم کامیابی ہے۔ پاکستان اہل محبت کا ملک ہے اور میں بحیثیت مسلمان پاکستان کا دورہ کر کے فخر محسوس کر رہا ہوں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی دعوت پر پاکستان آنا اور ختم نبوت کانفرنس میں شرکت میرے لیے ایک بڑا اعزاز ہے۔ کانفرنس کے انعقاد پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو سلام پیش کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے میں آج اس جگہ کھڑا ہوں جہاں پاکستان کی بنیاد رکھی گئی۔ اسلام ایک امن پسند دین ہے اور حضرت محمد ﷺ دنیا کے عظیم انقلابی لیڈر ہیں۔ میرے دادا نیلسن منڈیلا نے کمزوروں کے حق آزادی کیلئے بے مثال جدوجہد کی۔ تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اسلام اور پاکستان کے پرامن تشخص کو کامیابی کے ساتھ پوری دنیا میں اجاگر کررہے ہیں۔ اسلام قبول کرنا میری خوش بختی ہے۔ پاکستان کے عوام محبت کرنے والے اور امن پسند ہیں۔ دہشت گردی کے خاتمے کی جدوجہد میں ان کی قربانیاں قابل تحسین اور پوری دنیا کیلئے قابل تقلید ہیں۔

خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنے خطاب سے قبل عالمی میلاد کانفرنس میں تشریف لانے والے مہمانان گرامی بالخصوص مہمان خصوصی محترم مانڈلا منڈیلا کو خوش آمدید کہا اور ان کے دادا نیلسن منڈیلا کی انسانیت کی بھلائی کے لیے کی جانے والی جدوجہد کو خراج تحسین پیش کیا جنہوں نے ساؤتھ افریقہ میں انسانوں کو محکومی سے آزادی دلانے کے لیے جنگ لڑی اور کامیاب ہوئے۔

شیخ الاسلام نے فقیدالمثال سٹیج اور عظیم الشان پنڈال سجانے پر محترم ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈا پور، محترم جواد حامد اور ان کی پوری ٹیم کو مبارک باد دی۔

شیخ الاسلام نے کہا کہ آج کے عالمی میلاد کانفرنس کو تاجدارِ ختم نبوت کا موضوع دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس لیے کہ ایسے کرپٹ لیڈر جو نااہل ہوچکے ہیں، جنہوں نے نہتے انسانوں کا خون بہایا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ عقیدہ ختم نبوت پر حملہ کرکے مسلمانوں کے ایمان کو قتل کرنا چاہا اور رات کے اندھیرے میں حلف نامہ تبدیل کرکے ناموس رسالت پر حملہ آور ہوئے۔ اس تمام واردات کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح یہ حکمران بیرونی طاقتوں کی حمایت حاصل کرسکیں اور اقتدار پر براجمان رہ سکیں۔ آج کی یہ عالمی کانفرنس اس بات کا اظہار ہے مسلمان ناموس رسالت پر کوئی Compromise نہیں

کرسکتا۔ ان کرپٹ لوگوں نے سازش کرکے ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیلنا چاہا مگر پاک فوج نے عقلمندی سے ان کے ناپاک عزائم کو سبوتاژ کیا۔ ہم آج میلاد النبی ﷺ کے موقع پر پاک افواج کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ ہماری افواج ملک کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ایمان کی اساس کی بھی حفاظت کررہی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین بنایا ہے۔ آپ ﷺ اپنی تخلیق میں اول اور بعثت میں آخری ہیں۔ خلق کی ابتدا آپ ﷺ کے نور سے ہوئی اور نبوت کی انتہاء آپ کی نبوت کے ظہور سے ہوئی۔ ہم زندہ حضور ﷺ کی وجہ سے ہیں اور یہ ساری کائنات حضور ﷺ کے صدقے سے چل رہی ہے۔ لہذا کلمہ گو کا جینا اس وقت تک حرام ہے جب تک ختم نبوت سے وفادار ہوکر نہ جیئے۔

شیخ الاسلام نے حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کو موضوع گفتگو بناتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے مگر ایک عظیم بیان ''خلق'' کا ہے جس کے بارے فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ. (القلم، ۶۸: ۴)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متصف ہیں)''۔

خلق کی جمع اخلاق ہے۔ اخلاق کا مطلب انسان میں ایک ایسی قوت کا پیدا ہوجانا ہے جس سے بندہ مخلوقِ خدا کی بھلائی کے کام بغیر سوچے سمجھے اور بلا تکلف سرانجام دے اور بندے کی طبیعت میں اس حوالے سے استحکام آجائے تو اسے خلق کہتے ہیں۔

اخلاق وہ ہوتے ہیں جو عادیہ ہوں یعنی انسان ایک خوبصورت رویے اور طرزِ عمل کے لیے اپنے نفس میں صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ اس صلاحیت کے نتیجے میں نارمل طبیعت کے ساتھ عمل کرنے، دل کو وسیع کرنے، دوسرے کو عزت دینے، دوسروں کے دکھ درد مٹانے کے لئے اُسے دقت پیش نہ آئے اور وہ آسانی اور خوش اسلوبی سے ایسے کام کرتا چلا جائے، اسے خلق کہتے ہیں۔ اگر انسان کو جبراً کوئی کام کرنا پڑے تو وہ خلق کے دائرے میں نہیں آتا۔

اخلاق کی یہ صلاحیت بندے میں پیدائشی بھی ہوتی ہے اور بندہ خود بھی پیدا کرلیتا ہے۔ یعنی یہ اکتسابی بھی ہے اور قدرتی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت انبیاء علیہم السلام میں ودیعت کردی ہوئی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی پیدائش سے لے کر نبوت اور پھر آخری عمر تک بدخلقی نہیں کرسکتے۔ اسی لیے انسان ان ہستیوں سے مل کر خوشی و فرحت محسوس کرتا ہے کیونکہ ان میں سخاوت، طہارت اور پاکیزگی ہوتی ہے اور یہ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے ہی ان کے اندر پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں۔ اولیاء و صالحین اپنی کوششوں سے ان صفات و خصائل کو Develope کرتے رہتے ہیں کیونکہ اخلاق جبلت میں بھی ہوتا ہے اور اکتسابی بھی، اس لیے انسان محنت کرکے اخلاق کو بہتر بناسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر طبیعت میں اخلاق کے بیج رکھے ہوتے ہیں جب وہ پروان چڑھتے اور نمو پاتے ہیں تو انسان میں وسعت آجاتی ہے۔ اگر انسان اس سلسلہ میں محنت نہ کرے تو یہ Develope ہونے کی بجائے کمزور پڑجاتے ہیں۔ جیسے نظر کمزور ہو تو عینک لگالیتے ہیں اسی طرح نفس کی کمزوریوں کو ریاضت اور اچھی صحبت سے دور کیا جاسکتا ہے۔

بندہ محنت کے ذریعے اخلاق کو Develope کرکے کمال حاصل کرسکتا ہے لیکن اگر محنت چھوڑ دے تو وہ کمال، زوال کا شکار ہوجاتا ہے۔ لہذا کمال کے درجے بلند کرنے کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ نفس میں حسن اخلاق کو محفوظ کرنے کے لئے لازم ہے کہ بندہ اعتدال کی راہ پر چلے۔

اگر انسان کی عقل اعتدال پر رہے تو اسے ذہانت کہتے ہیں اگر زوال میں پڑ جائے تو اسے بیوقوفی وحماقت کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی عمل حد سے بڑھ جائے تو انسان ظالم اور سفاک بن جاتا ہے۔ لہذا اگر انسانی عقل اعتدال میں رہے تو انسان میں صبروتحمل اور سخاوت آجاتی ہے اور اس صورت میں انسان دوسروں کے لیے نفع بخش ثابت ہوتا ہے۔ اگر زوال آجائے اور راہ اعتدال سے تنزلی کی طرف چل پڑے تو انسان کاہل، سست، بزدل اور کنجوس بن جاتا ہے۔ لہذا اگر انسان میں اچھی صلاحیت موجود ہو اور طبیعت کنٹرول میں ہو تو محنت کرکے راہ اعتدال کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے اخلاق کا کمال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ. (القلم،۶۸:۴)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خُلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)''۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جب پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو آپ نے جواب دیا: کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ یہ جواب اس لیے دیا کیونکہ آپ نے پوچھنے والے کے سوال میں کمی اور غلطی محسوس کی کہ شاید اس نے حضور ﷺ کے اخلاق کو محدود سمجھا ہے، اسی لیے پوچھا کہ کیسے اخلاق تھے تاکہ وہ گنے چنے اخلاق سن سکے مگر اس کو کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے اخلاق کی کوئی حد نہیں رکھی۔ جیسے قرآن ایک سمندر ہے، ویسے حضور ﷺ کے اخلاق بھی ایک سمندر کی مانند ہیں جیسے قرآن کے معانی و معارف کی حد نہیں، ویسے ہی حضور ﷺ کے اخلاق کی حد نہیں۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف میں فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمانا یہ چاہتی تھیں کہ حضور ﷺ کے اخلاق اللہ کے اخلاق ہی تو ہیں کیونکہ کلام صفت ہوتا ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہونے کی وجہ سے اللہ کی صفت ہے۔ لہذا ادب الوہیت میں رہتے ہوئے عظمت مصطفی بیان کرگئیں کیونکہ قرآن پاک میں آیاتِ محکمات بھی ہیں، حروفِ مقطعات بھی ہیں اور آیاتِ متشابہات بھی ہیں۔ آیات محکمات کو ہر کوئی سمجھ لیتا ہے۔ آیات متشابہات کا علم اللہ کو یا اہل اللہ کو ہے، غیر اللہ کو اس کا علم نہیں۔ مگر تیسری قسم حروفِ مقطعات کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرمانا یہ چاہتی تھیں کہ حضور ﷺ کے کچھ اخلاق کو لوگوں نے آیات محکمات کی طرح جان لیا، کچھ اخلاق کو آیات متشابہات کی طرح عارفوں نے جانا مگر کچھ اخلاق ایسے بھی ہیں جن کو حروف مقطعات کی طرح صرف اللہ جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ کے اخلاق کو قرآن سے تشبیہ دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ گزر گیا مگر حضور ﷺ کی حقیقت کو نہ کوئی جان سکا اور نہ احاطہ کرسکا۔

شیخ الاسلام نے لوگوں کی اصلاح کرتے ہوئے فرمایا کہ نیک اور اچھی سنگت اختیار کرو تاکہ اخلاق اچھے بن جائیں کیونکہ انسان کے اخلاق کی تعمیر و ترقی میں صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اگر صحبت اچھی اور نیک ہوگی تو انسان نیکی کی طرف راغب ہوگا اور صحبت بری ہوگی تو انسان کا نفس برائی کی طرف مائل ہوگا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ.

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو''۔ (التوبۃ،۹:۱۱۹)

اولیاء، صلحاء کی سنگت اختیار کرنے سے انسان بدل جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وقت کے امام بھی صوفیاء و صلحاء کی سنگت میں بیٹھتے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے حضرت بہلول دانؒا کی سنگت اختیار کی۔ امام مالکؒ نے محمد بن المنقدرؒ کی صحبت سے فیض پایا۔ امام شافعیؒ نے حضرت معروف کرخیؒ کی سنگت اختیار کی اور امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت بشر الحافیؒ کی سنگت وصحبت سے استفادہ کیا۔ یہ سب وقت کے امام تھے مگر احوال باطنی کی اصلاح اور حفاظت کے لیے عارفوں کی سنگت میں بیٹھتے۔ بندہ جس کی صحبت میں بیٹھے گا، اسی کا رنگ اس پر چڑھتا جائے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہر وقت اللہ کی صحبت میں ہوتے تھے جس وجہ سے آپ کی ذات پر اللہ کی صفات کا رنگ چڑھ گیا تھا۔

حضور ﷺ اپنی ذات پر کیے گئے ظلم کو معاف فرمادیتے مگر دوسروں کے ساتھ کیے جانے والے ظلم کو معاف نہ فرماتے۔ اس سے ہمیں سبق لینا چاہئے کہ آج کے دور کے حکمران دوسروں پر کس قدر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ دن دیہاڑے ماڈل ٹاؤن میں 14 شہید اور 90 سے زائد زخمی کرادیئے، اس کا حساب انہیں دینا پڑے گا۔ ان مظالم کی بناء پر پوری دنیا میں جس قدر شریف خاندان کی ذلت و رسوائی ہوئی ہے اتنا کسی اور کی نہیں ہوئی۔ شہداء ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو صبر و استقامت پر مبارک باد دیتا ہوں، اللہ پاک مظلوم کو جلد فتحیاب اور ظالموں کو عبرت کا نشان بنائے گا۔

☆ شیخ الاسلام کے خطاب کے بعد افضل نوشاہی، ظہیر بلالی اور شہزاد برادران نے مل کر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ عالمی میلاد کانفرنس کے اختتام پر میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں آتش بازی بھی کی گئی اور ہوا میں غبارے چھوڑے گئے۔ پنڈال کا منظر دیدنی تھا۔ سب لوگ پرجوش انداز میں آمد مصطفی ﷺ کے نعرے لگاتے رہے۔

❁❁❁❁❁

تسخیرِ ذات سے تسخیرِ کائنات تک

قرآن مجید میں غور و فکر اور تدبر پر بہت زور دیا گیا ہے

مستقل مزاجی منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے

تحریر: شفاقت علی شیخ

اللہ رب العزت نے تخلیق انسان کے وقت فرشتوں کے سامنے انسان کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. (البقرہ، ۲: ۳۰)

’’اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں‘‘۔

یہاں انسان کے لئے ’’خلیفہ‘‘ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ انسان کے صحیح مقام و مرتبہ کو جاننے کے لئے اس لفظ کے مفہوم کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ ’’جانشین‘‘ یا ’’نائب‘‘ سے کیا جاتا ہے۔ سیاسی اصطلاح میں اسے Acting President یا Acting Prime Minister وغیرہ جیسے الفاظ کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔ گویا جو کسی کا خلیفہ ہوتا ہے اُس میں اُس اصل کے اختیارات کی جھلک کسی نہ کسی درجے میں دکھائی دیتی ہے۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسان کی امتیازی حیثیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام ذی روح اور غیر ذی روح مخلوقات میں سے انسان کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو تعلق ہے وہ کائنات کی کسی اور چیز کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تخلیق کا شاہکار قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ. وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ. وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ. لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ.

’’انجیر کی قَسم اور زیتون کی قَسم۔ اور سینا کے (پہاڑ) طور کی قَسم۔ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قَسم۔ بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے‘‘۔ (التین، ۹۵: ۱ تا ۴)

یہاں چار قسمیں کھانے کے بعد جو بات بتائی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی تخلیق بہترین اور منفرد انداز میں کی گئی ہے۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا گیا:

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ. (بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۰)

’’اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی‘‘۔

نیز ایک اور مقام پر فرمایا:

خَلَقْتُ بِیَدَیَّ. (ص، ۳۸: ۷۵)

’’میں نے خود اپنے دستِ (کرم) سے بنایا ہے‘‘۔

یہ وہ اعزازات ہیں جو انسان کے علاوہ اور کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہیں۔ بات یہاں تک ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ اپنا خاص ظاہری و باطنی تعلق قائم کیا جو دوسری کسی بھی مخلوق سے نہیں ہے۔ چنانچہ انسان کے ساتھ اپنی خصوصی باطنی نسبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ. (الحجر، ۱۵: ۲۹)

’’اور اس پیکر (بشری کے باطن) میں اپنی (نورانی) روح پھونک دی‘‘۔

☆ لیکچرار دی یونیورسٹی آف لاہور shafaqatali0033@gmail.com

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو روح پھونکی اُس کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ لیکن انسان کے علاوہ دیگر مخلوقات کے اندر پھونکی جانے والی روح کی نسبت اپنی طرف نہیں فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیگر مخلوقات میں پھونکی جانے والی روح عام ہے مگر وہ روح جو انسان میں پھونکی گئی وہ عام نہیں ہے بلکہ اُس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی خاص تعلق ہے۔ اسی باطنی نسبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک حدیثِ قدسی میں یوں فرمایا گیا:

اَلْاِنْسَانُ سِرِّی وَاَنَا سِرُّہٗ.

’’انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں‘‘۔

یہ تو باطنی نسبت تھی، اس کے علاوہ انسان کے ساتھ ظاہری نسبت بھی قائم فرمائی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ظاہری نسبت اور مشابہت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ.

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا‘‘۔ (فتح الباری، حافظ ابن حجر، ۶:۳۶۶)

ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی صورت انسان جیسی ہے یا انسان اللہ جیسا ہے کیونکہ لیس کمثلہ شیء (کوئی شے اُس کی مثل نہیں) کے مصداق اُس کی کوئی مثال ہی نہیں ہے، تاہم اتنا تو واضح ہو رہا ہے کہ انسان اور خدا کے درمیان کوئی نہ کوئی ظاہری نسبت بھی موجود ہے۔ گو ہماری عقل اُس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

ان حقائق پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ وجود جسے انسان کہا جاتا ہے وہ کوئی معمولی وجود نہیں ہے بلکہ اس کائنات کی انمول ترین چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی قدر و منزلت ہے اور جو اسرارِ الٰہیہ کا امین اور اُس کی صفات و کمالات کا مظہر ہے۔ انسان کی اسی حیثیت اور مقام و مرتبہ کے تناظر میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً .

’’(کہہ دو ہم) اللہ کے رنگ (میں رنگے گئے ہیں) اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے‘‘۔ (البقرہ، ۲:۱۳۸)

تمام ذی روح اور غیر ذی روح مخلوقات میں سے انسان کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو تعلق ہے وہ کائنات کی کسی اور چیز کے ساتھ نہیں

یہاں انسان کو اللہ کا رنگ اختیار کرنے کی جو تلقین کی گئی ہے تو اس رنگ کی وضاحت کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ.

’’اللہ کے اخلاق سے اپنے آپ کو متصف کرو‘‘۔

گویا اللہ کے رنگ کو اپنانے سے مراد اپنے آپ پر اللہ کی صفات کا رنگ چڑھانا ہے اور اپنی سیرت و کردار میں اُن صفات کی جھلک اور عکس پیدا کرنا ہے۔ طبیعت کو اُن کا خوگر بنانا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفات صرف جمالی ہی نہیں ہیں جلالی اور کمالی بھی ہیں۔ وہ جس طرح رحمٰن و رحیم اور لطیف و ودود ہے اُسی طرح قہار و جبار اور سمیع و علیم بھی ہے۔ شخصیت کا کمال یہ ہے کہ انسان صفاتِ الٰہیہ کے امتزاج کا خوبصورت گلدستہ بن جائے جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا:

قہاری و جباری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت اُس کا خالق ہونا ہے۔ کقولہٖ تعالیٰ:

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ. (المومنون، ۲۳:۱۴)

’’پھر (اس) اللہ نے (اسے) بڑھا (کر محکم وجود بنا) دیا جو سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے‘‘۔

آیت کا اسلوبِ کلام بتا رہا ہے کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی مخلوق شانِ تخلیقیت کی حامل ہے اور وہ انسان ہی ہے جسے (محدود پیمانے پر) اس صفت کا اہل بنایا گیا ہے۔

اسی طرح اللہ کی ایک صفت غالب ہونا بھی ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ گویا وہ انسان کو بھی متصرف فی العالم کی حیثیت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے تصرف کا دائرہ لامحدود ہے جبکہ انسان کا دائرہ محدود ہے۔

انسان کو اپنی اس حیثیت کو رُوبعمل لانے کے لئے جو لوازمات درکار تھے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی فراہم کردیئے ہیں۔ سب سے پہلے تو ساری کائنات کا مقصود انسان کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔

''وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا''۔ (البقرہ،۲:۲۹)

دوسرے مقام پر تمام اشیاء کو انسان کے لئے مسخر کئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ.

''اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے''۔ (الجاثیة،۴۵:۱۳)

تسخیر کا معنی ہے ''کسی چیز کو تابع کرنا''، ''عاجز کرنا''، ''پست کرنا''، ''بلا اُجرت کسی کام پر لگادینا''، ''بغیر کسی معاوضہ کے خدمت لینا'' وغیرہ۔ گویا انسان کو بتایا جارہا ہے کہ کائنات کی یہ ساری کی ساری بزم فقط تمہارے لئے سجائی گئی ہے اور اس لئے سجائی گئی ہے کہ تم اس میں تصرف کرتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق اسے استعمال میں لاؤ۔

قرآن مجید میں 23 مقامات پر کائنات کی مختلف اشیاء کو انسان کی خدمت میں مامور کئے جانے کا ذکر ہے۔ اُن میں 19 مقامات ایسے ہیں جن میں پوری بنی نوع انسان کے لئے تسخیر کائنات کا تذکرہ ہے۔ جبکہ چار مقامات ایسے ہیں جہاں خصوصی تسخیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً: حضرت داؤدؑ کے لئے پہاڑ اور حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا کو تابع بنانے کی خوشخبری۔ 8 مقامات پر شمس وقمر کی تسخیر کا ذکر ہے۔ 3 مقامات پر کشتی کی تسخیر، ایک مقام پر النھار (دن)، دو مقام پر لیل ونھار (رات اور دن)، ایک مقام پر سمندر، ایک مقام پر بادل، دو مقام پر نجوم (ستارے)، ایک مقام پر پرندوں، دو مقام پر مویشیوں، ایک مقام پر سواری اور تین مقام پر کائنات کی جمیع اشیاء کے مسخر کئے جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ کائنات انسان کے حوصلوں کی جولانگاہ ہے۔

اب یہ انسان کا امتحان ہے کہ وہ کس حد تک ہمت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تسخیر کائنات کے منصوبہ کو عملی جامہ پہناتا ہے اور اس میں تصرف کرتے ہوئے اسے خالق کی منشاء کے مطابق استعمال میں لاتا ہے۔

انسان کوئی معمولی وجود نہیں ہے بلکہ اس کائنات کی انمول ترین چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خصوصی قدرومنزلت ہے اور جو اسرارِ الٰہیہ کا امین اور اُس کی صفات وکمالات کا مظہر ہے

یہ تو علمی استدلال تھا کہ انسان اس کائنات کا راکب ہے اور کائنات اُس کی مرکب۔ اُسے اس کائنات پر غالب آنا ہے اور اسے اپنے تابع بنانا ہے تاکہ اس سے کام لے کر اپنی اُن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکے جو خالق کائنات نے اُسے تفویض کی ہیں۔ اب ہم مشاہداتی استدلال کی بات کرتے ہیں اور وہ یہ کہ انسانی فطرت کے حوالے سے ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ بتاتا ہے کہ انسان کی فطرت میں یہ چیز سمائی ہوئی ہے کہ وہ جہاں بھی رہے غالب ہوکر رہے۔ غور کریں تو نظر آئے گا کہ مختلف جماعتوں اور گروہوں میں افراد کے درمیان جو جھگڑے اور تضادات ہوتے ہیں اُن کی ایک بڑی وجہ قیادت (Leadership) کا حصول ہوتا ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ لیڈر میں بنوں اور باقی سارے لوگ میرے تابع ہوں اور میری بات مانیں۔ اس کی تہہ میں وہی غلبہ کی جبلی خواہش ہوتی ہے جو انسان کے اندر فطری طور پر موجود ہے اور جس کے ودیعت کئے جانے کا مقصد کائنات کو مسخر کرنا ہے۔

یہاں دو باتوں کا سمجھ لینا انتہائی ضروری ہے:

ا۔ انسان کے اندر کائنات کو مسخر کرنے اور کائنات کے اندر مسخر ہونے کی صلاحیت بالقوۃ رکھ دی گئی ہے لیکن اُسے عملی واقعہ انسان نے بنانا ہے۔ بالکل اُس طرح جیسے ایک بیج کے اندر درخت بننے کی صلاحیت بالقوۃ موجود ہوتی ہے لیکن ہر بیج بالفعل درخت بن نہیں جاتا۔ صرف وہی بیج مکمل درخت کا

روپ دھارتا ہے جس پر قاعدہ کے مطابق محنت کی جاتی ہے۔ یہی معاملہ یہاں ہے۔

۲۔ انسان نے اپنی طرف سے کچھ ایجاد نہیں کرنا ہے بلکہ صرف خدا کے بنائے ہوئے قوانین کو جان کر اُنہیں استعمال میں لاتے ہوئے نئی نئی چیزیں معرضِ وجود میں لانی ہیں۔ جتنی بھی چیزیں آج تک ایجاد ہوئی ہیں، اُن سب کے اسباب اور لوازمات پہلے سے موجود تھے۔ جوں جوں انسان اُن پر غور وفکر کرتا گیا، اُن میں موجود قوانین اور اسرار و رموز آشکار ہونا شروع ہوئے۔ پھر اُنہی قوانین کو عمل میں لاتے ہوئے چیزیں ایجاد ہوتی چلی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید میں جگہ جگہ غور وفکر اور تفکر و تدبر پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ایسی آیات کی تعداد سات سو سے زیادہ ہے جن میں بالواسطہ یا بلاواسطہ غور وفکر کی ترغیب دی گئی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس امکان کو واقعہ کیسے بنانا ہے؟ مختصراً اس کے دو ہی مرحلے ہیں:

۱۔ پہلا مرحلہ تسخیرِ ذات کا ہے۔

۲۔ دوسرا مرحلہ تسخیرِ کائنات کا ہے۔

جیسے کسی مکان کی پہلی منزل تعمیر کئے بغیر دوسری منزل تعمیر نہیں کی جاسکتی، اُسی طرح پہلے مرحلے کو حاصل کئے بغیر دوسرے مرحلے میں کامیابی نہیں مل سکتی۔ ہم غلطی یہ کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو مسخر کئے بغیر کائنات کو مسخر کرنے کے سفر پر نکل پڑتے ہیں۔ نتیجہ سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ جس شخص کا اپنی ذات پر کنٹرول نہیں ہے اُس کے اردگرد کا ماحول اور اُس میں رہنے والے افراد کس طرح اُس کے کنٹرول میں آسکتے ہیں۔ جو اپنے وجود کا آقا (Master) نہیں ہے وہ دوسروں پر حکم کیسے چلا سکتا ہے؟

کسی بھی معاملے میں کامیابی کے لئے صحیح نکتہ آغاز کو لینا بہت ضروری ہے۔ اگر انسان صحیح نکتہ آغاز کو پالے اور مستقل مزاجی سے چل پڑے تو جلد یا بدیر منزل پر پہنچنا یقینی ہوتا ہے۔ قدرت کے نظام میں ہر چیز کی ایک ترتیب مقرر ہے، جب تک اُس کی پیروی نہیں کی جائے گی، نتائج نہیں مل سکیں گے۔ چنانچہ اس معاملے میں پہلا مرحلہ تسخیرِ ذات ہے جس کے بعد ہی دوسرا مرحلہ تسخیرِ کائنات کا آئے گا۔ پھر ہر مرحلہ آگے دو مراحل پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ کل چار مراحل بنتے ہیں جو ترتیب وار درج ذیل ہیں:

۱۔ضبطِ نفس ۲۔ضبطِ تخیل

۳۔ضبطِ افعال ۴۔ضبطِ ماحول

۱۔ضبطِ نفس

ضبطِ نفس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور حیوانی خواہشات پر قابو پالے اور اُن کا غلام بننے کے بجائے اُن کا آقا بن جائے، اُن کے ہاتھوں میں کھلونا بننے کے بجائے اُن کی لگام خود انسان کے اپنے ہاتھ میں ہو۔ اُس کے جذبات عقل کے تابع ہوں اور عقل شرع کے تابع ہو۔ اسی کو قرآنِ مجید کی زبان میں تقویٰ کہتے ہیں، جس کے نتیجے میں انسان کے اندر ایسی بصیرت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ عقلی حقائق کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھ سکے اور حق و باطل میں تمیز کرسکے۔ قرآنِ مجید میں اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا .

’’اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے (تو) وہ تمہارے لیے حق و باطل میں فرق کرنے والی حجت (و ہدایت) مقرر فرما دے گا‘‘۔ (الانفال، ۸:۲۹)

اسی ایمانی فراست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا:

اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله.

’’مومن کی فراست سے ڈرو۔ بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے‘‘۔

جس شخص کا اپنے نفس پر کنٹرول نہ ہو اور وہ نفسانی خواہشات اور جذبات کے سامنے مجبور و بے بس ہو اُس کی مثال اُس شہسوار کی ہے جو کسی اڑیل، ضدی اور سرکش گھوڑے پر سوار ہو اور اُس کی لگام بھی نہ ہو۔ تو نہ گھوڑے کی خیر ہے اور نہ سوار کی۔ یہ دونوں کسی نہ کسی کھائی میں گر کر ہلاک ہوجائیں گے۔ یہی حال خواہشاتِ نفس کے بندے کا ہے۔ دنیا و آخرت کی تباہی، بربادی اور ذلت و رسوائی اُس کا مقدر بنتی ہے۔ اس

کے برعکس جو شخص اپنے نفس پر قابو پاچکا ہو، وہ اُس سوار کی طرح ہے جس کے نیچے ایک سدھایا ہوا گھوڑا ہو اور اُس کی لگام مالک کے ہاتھ میں ہو۔ جہاں چاہے رک جائے اور جب چاہے چل پڑے۔ جس طرف مڑنے کا حکم دے، مڑ جائے۔ یہی حال ضبطِ نفس کے حامل انسان کا ہوتا ہے۔ وہ خواہشاتِ نفس کا پابند نہیں ہوتا بلکہ اس کی خواہشات اس کی مرضی اور ارادے کی پابند ہوتی ہیں۔ بہر حال تسخیرِ کائنات کے سفر کا پہلا مرحلہ ضبطِ نفس ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے جذبات، خواہشات، عادات و اطوار، اعمال و افعال اور حرکات و سکنات اُس کے اخلاقی و روحانی وجود کے تابع ہوں۔

۲۔ ضبطِ تخیّل

دوسرا مرحلہ قوتِ متخیّلہ پر قابو پانا ہے یعنی خیال کی آوارگی اور پراگندگی کو ختم کرکے اُسے یکسو کرنا ہے۔ قوتِ متخیلہ کی وجہ سے ہمارا دماغ ہر لحہ ہماری توجہ ایک سے دوسرے موضوع کی طرف منتقل کرتا رہتا ہے۔ یہ قوت بالعموم ہمارے اختیار میں نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ ہم خواہش اور کوشش کے باوجود اپنی توجہ زیادہ دیر تک کسی ایک نکتے پر مرکوز نہیں رکھ پاتے۔ حضور ﷺ نے اس کیفیت کے بارے میں بڑی دل آویز مثال دیتے ہوئے فرمایا:

''دل کی مثال اُس پر کی طرح ہے جو بیاباں میں ایک درخت کی شاخ سے لٹکا ہوا ہے۔ جدھر کی ہوا آتی ہے وہ اسے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر حرکت دیتی رہتی ہے''۔ (مفہوم حدیث)

مائنڈ سائنس (Mind Science) کی رو سے ایک دن یعنی چوبیس گھنٹوں میں تقریباً ساٹھ ہزار خیالات ہمارے ذہن سے گذرتے ہیں۔ خیالات کی اس یلغار کی وجہ سے ذہن ہر وقت منتشر رہتا ہے۔ ذہن کے خالق نے اس کے اندر جو بے پناہ طاقتیں اور قوتیں رکھی ہوتی ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ایٹم بم کی قوت بھی اُس کے مقابلے میں کمتر دکھائی دیتی ہے۔ لیکن ان قوتوں کے بھرپور استعمال کے لئے ذہن کا یکسو ہونا بہت ضروری ہے۔ جتنے بھی محیر العقول کارنامے تاریخ کے اندر مختلف لوگوں نے سرانجام دیئے اور جتنی بھی ایجادات معرضِ وجود میں آئیں وہ سب کی سب ذہن کو کسی ایک نکتے پر مرکوز کرلینے کا نتیجہ تھیں۔ ہپناٹزم، ٹیلی پیتھی اور مسمریزم وغیرہ کے اندر جتنے بھی کمالات ہیں وہ سب کے سب خیال کو ایک نکتے پر مرکوز کرلینے سے عبارت ہیں۔

اس بات کو ایک مادی مثال کے ذریعے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ نصف النہار پر چمکتے ہوئے سورج کے سامنے کاغذ کا ٹکڑا اگر کئی گھنٹے بھی رکھا جائے تو سوائے وقتی طور پر گرم ہوجانے کے اُس میں اور کوئی تبدیلی نہیں آئے گی لیکن اسی ٹکڑے اور سورج کے درمیان اگر ایک محدب عدسہ رکھ دیا جائے تو دس منٹ بعد اُسے آگ لگ جائے گی۔ وجہ یہی ہے کہ پہلے سورج کی شعاعیں بکھری ہوئی اور منتشر حالت میں تھیں۔ لہذا وہ کوئی خاص نتیجہ پیدا نہ کرسکیں۔ محدب عدسے نے انہیں متحد کرتے ہوئے یکجا کردیا تو اتنی حرارت پیدا ہوگئی جو اُس میں آگ لگانے کے لیے کافی تھی۔ یہی حال ذہن کا ہے۔ جب تک یہ منتشر رہے تو اوسط درجے سے اوپر کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتا لیکن یہ اگر یکسو ہوجائے تو ایسے حیرت انگیز کمالات دکھا سکتا ہے جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

علاوہ ازیں روح کو اللہ کی محبت سے آشنا کرنے اور اس کے قرب کی لذت کے قابل بنانے کے لیے بھی ذہن کا یکسو ہونا ضروری ہے۔ جب انسان اپنے خیال پر قابو پاکر ذہن کو یکسو کرلیتا ہے تو اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ روح جب اپنے حقیقی محبوب کی طرف پرواز کا ارادہ کرتی ہے تو قوتِ خیال اُس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ بقول ابو انیس صوفی برکت علی صاحبؒ:

''خیالات جب متحد ہوجاتے ہیں تو پاک ہوجاتے ہیں اور جب پاک ہوجاتے ہیں تو بلند ہوجاتے ہیں اور خیالات کی بلندی انسانی معراج کا ابتدائی مقام ہے''۔

۳۔ ضبطِ افعال

تیسرے مرحلے میں روح اس قدر قوی ہوجاتی ہے اور انسان میں اتنی توانائی آجاتی ہے کہ وہ اعضاء و جوارح کو حرکت دیئے بغیر اور مادی وسائل کو بروئے کار نہ لاتے ہوئے بہت سے کام سرانجام دے سکتا ہے۔ یعنی بعض کاموں میں روح بدن سے کام لینے میں بے نیاز ہوجاتی ہے۔ مثلاً روح آنکھ کے بغیر دیکھ سکتی ہے اور جسمانی موجودگی اور مادی آلات کے بغیر سن سکتی

ہے۔ یہ بے نیازی کبھی چند لمحوں کے لئے اور کبھی ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔ یہ وہی چیز ہے جسے تصوف کی اصطلاح میں ’’خلع بدن‘‘ کہا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے اسلامی لشکر کو دیکھ لینا اور حضرت ساریہ کو ہدایات دینا نیز حضرت آصف بن برخیا کا پلک جھپکنے سے پہلے ہزاروں میلوں کی مسافت پر پڑے ہوئے تخت کو لے آنا اسی کی مثالیں ہیں۔

دراصل اس مرحلے میں روح اتنی توانا ہوجاتی ہے کہ ایک طرف تو وہ جسم کی محتاج نہیں رہتی اور اس کی معاونت کے بغیر ہی جو کام چاہے کرسکتی ہے اور دوسری طرف اس کا جسم پر مکمل کنٹرول ہوتا ہے۔ چنانچہ انسان کا بدن ہر لحاظ سے روح کے فرمان اور ارادے کے تابع ہوجاتا ہے اور روح جب بھی چاہے، جسم خارق العادت کام سرانجام دے سکتا ہے۔ بقول امام جعفر صادقؒ:

’’ارادہ جو کچھ کرنا چاہے، بدن اُسے انجام دینے میں ناتوانی کا اظہار نہیں کرتا‘‘۔

اولیائے کرام کا ہواؤں میں اڑتے پھرنا، آن کی آن میں فاصلے طے کرلینا اور بپھرے ہوئے طوفانوں کا رخ موڑ دینے جیسی چیزوں کا تعلق اسی مرحلے سے ہے۔

۴۔ ضبطِ ماحول

ارتقاء کے آخری اور اعلیٰ ترین درجے میں انسان اتنی توانائی حاصل کرلیتا ہے کہ وہ اپنے وجود کے علاوہ پوری کائنات میں تصرف کرسکتا ہے اور جو چاہے انجام دے سکتا ہے۔ اس مرحلے پر کائنات بھی انسان کے تابع ہوجاتی ہے اور اس کے ارادے کے مطابق اس کے احکام مانتی ہے۔ بالفاظ دیگر انسان کو اپنی امکانی حدود میں تخلیقی ارادے (Will with greative assurance) کی صفت حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ وہی چیز ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا:

’’بعض آسمانی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد منقول ہے: اے انسان! میں اللہ ہوں، جس چیز کا ارادہ کرتا ہوں اُسے ’’کن‘‘ کہتا ہوں تو وہ ہوجاتی ہے۔ تو ایک مرتبہ میرا بن جا۔ پھر تجھے بھی ایسا بنادوں گا کہ تو جس چیز کا ارادہ کرے گا تو اُسے ’’کن‘‘ کہے گا اور وہ ہوجائے گی‘‘۔

اسی کی طرف اشارہ ہمیں حدیث قدسی میں بھی ملتا ہے:

مَا یَزَالُ عَبْدِی یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِی یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِی یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِی یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِی یَمْشِی بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِی لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِی لَاُعِیْذَنَّهٗ.

(صحیح البخاری، ۵: ۲۳۸۵، الرقم ۶۱۳۷)

’’میرا بندہ مسلسل نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرلیتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس مجھے جب اس سے محبت ہوجاتی ہے تو میں اُس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے دیکھتا ہے، اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے پکڑتا ہے، اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے چلتا ہے اور اس حال میں اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو ضرور پورا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو ضرور اسے اپنی پناہ میں لیتا ہوں‘‘۔

علامہ اقبالؒ کے کلام میں بھی جابجا اس حوالے سے اشارات ملتے ہیں، مثلاً: ایک مقام پر فرماتے ہیں:

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

ہفت کشور جس سے ہوں تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

یہ درست ہے کہ ہر شخص انسانیت کے اس بلند ترین مقام تک نہیں پہنچ سکتا لیکن یہ بھی تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم نے پست ترین حالت میں ہی مرنا ہے۔ انسان ہمت کرکے تو چوٹی پر نہ سہی کسی نہ کسی درجے پر تو پہنچ ہی سکتا ہے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ بیشتر لوگوں نے اس سفر کو شروع ہی نہیں کیا ہے۔ یہ ایک ہی مرتبہ ملنے والی اس قیمتی اور انمول ترین زندگی کے ساتھ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

❀❀❀❀❀

آل پاکستان وکلاء کنونشن

”شہیدوں کا خون قاتلوں کو انجام تک پہنچائے گا“

حصول انصاف کیلئے 5 نکات پر مشتمل قرارداد متفقہ منظور

رپورٹ
عین الحق بغدادی

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام 14 دسمبر 2017ء کو آل پاکستان لائرز کنونشن منعقد ہوا۔ کنونشن میں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو انصاف دلوانے کیلئے 5 نکات پر مشتمل قرارداد کی منظوری دی گئی۔ کنونشن پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی زیرصدارت منعقد ہوا جس میں لاہور ہائیکورٹ بار، لاہور بار کے عہدیداروں، سپریم کورٹ، ہائیکورٹ کے سینئر وکلاء، ریٹائرڈ ججز اور عوامی لائرز ونگ، پاکستان مسلم لیگ، پاکستان پیپلز پارٹی تحریک انصاف اور سول سوسائٹی کی نمائندگی کرنے والے وکلاء رہنماؤں نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف دلوانے کیلئے ڈاکٹر طاہر القادری، پاکستان عوامی تحریک اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کا ہر ممکن ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ وکلاء رہنماؤں نے انصاف کیلئے جدوجہد کرنے اور ظالم حکمرانوں کے مقابل کھڑے ہونے اور استقامت کا مظاہرہ کرنے پر شہداء کے ورثاء، عوامی تحریک کی قیادت اور کارکنان کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

وکلاء رہنماؤں نے کہا کہ جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ کا پبلک ہونا انصاف کی طرف ایک اہم پیش رفت ہے۔ اس کا سہرا شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی استقامت کے سر ہے۔ وکلاء رہنماؤں نے اس بات پر بھی خوشی کا اظہار کیا کہ ڈاکٹر طاہر القادری کے کارکنان انصاف کیلئے پاکستان کی تاریخ کے ظالم ترین خاندان کے سامنے ڈٹے رہے، ان کے ہر قسم کے لالچ اور خوف کو مسترد کر دیا۔

5 نکاتی مطالبات

آل پاکستان وکلاء کنونشن میں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف کیلئے 5 نکاتی مطالبات پر مشتمل قرارداد کی متفقہ طور پر منظوری بھی دی۔ قرارداد سینئر وکیل رائے بشیر احمد ایڈووکیٹ نے پیش کی۔ قرارداد کے مطابق:

(1) آج کا آل پاکستان وکلاء کنونشن مطالبہ کرتا ہے کہ جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ میں شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ کو قتل عام کا براہ راست ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے لہٰذا یہ دونوں فوری طور پر Step Down کریں اور خود کو قانون کے حوالے کریں جیسا کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے خود اعلان کیا تھا کہ اگر کمیشن کی رپورٹ نے میری طرف اشارہ بھی کیا تو مستعفی ہو جاؤں گا۔

(2) سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قتل عام کی منصوبہ بندی، حکم اور اس کی تعمیل میں ملوث پولیس افسران اور بیوروکریٹس کو مقدمہ کے فیصلہ تک عہدوں سے برطرف کیا جائے اور انہیں قانون کے حوالے کیا جائے۔

(3) سانحہ میں ملوث تمام ملزمان کو گرفتار کر کے عام ملزمان کی طرح جیل بھیجا جائے، ان کے ساتھ قانون کی برابری کی بنیاد پر سلوک کیا جائے۔

(4) پانامہ کی طرز پر غیر جانبدار اور بااختیار جے آئی ٹی بنائی

جائے تاکہ اس کی از سر نو تفتیش ہو سکے۔ اس جے آئی ٹی کی مانیٹرنگ سپریم کورٹ یا ہائیکورٹ کے معزز جج کریں جس طرح عدالت عظمیٰ نے نواز شریف فیملی کے احتساب کیسز کی نگرانی کیلئے مانیٹرنگ جج مقرر کیا تھا۔

(5) سانحہ میں ملوث ملزمان کو گرفتار کیا جائے، ان کا جسمانی ریمانڈ لے کر حسب ضابطہ آلات قتل برآمد ہوں اور پھر ایک مفصل رپورٹ زیر دفعہ 173 ضابطہ فوجداری عدالت میں پیش کی جائے۔

قرارداد میں پیش کیے گئے تمام مطالبات کی وکلاء نے ہاتھ کھڑے کر کے منظوری دی اور انصاف کیلئے شہداء کے ورثاء کے شانہ بشانہ جدوجہد کا اعلان کیا۔

خطاب قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

کنونشن سے پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

میں آج کے کنونشن میں صمیم قلب سے سپریم کورٹ بار، ہائیکورٹ بار، لاہور بار کے سینئر وکلاء، عہدیداران اور معزز ریٹائرڈ ججز صاحبان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ وکلاء نے ہمیشہ ظلم کے خلاف علمِ جہاد اٹھایا۔ انہوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے پس منظر اور جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کے حوالے سے شرکائے کنونشن کو پس منظر سے تفصیل سے آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ سانحہ کے مرکزی ملزمان شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ ہیں، ان کو گرفتار کیا جائے۔ میرے وہی مطالبات ہیں جو اس قرارداد میں منظور کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نوازشریف، شہباز شریف، رانا ثناء اللہ اور دیگر ملزمان جنہیں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی طرف سے دائر استغاثہ میں طلب نہیں کیا گیا، انہیں طلب کیا جائے اور گرفتار کیا جائے اس کیلئے ہم نے عدالتوں سے رجوع کر رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ذمہ داروں کی گرفتاری کے بعد پھر ان کی ضمانتیں لینا یا نہ لینا عدالتوں کا کام ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا منصوبہ نواز شریف، شہباز شریف نے بنایا، عمل رانا ثناء اللہ نے کروایا، انتظامیہ معاون تھی۔ بیریئر ہٹانا محض عنوان تھا، اصل ایجنڈا میری وطن واپسی کو روکنا اور احتجاج کے آئینی حق کو کچلنا تھا۔ جسٹس باقر نجفی نے اپنی رپورٹ میں لکھ دیا کہ پولیس نے وہی کیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا۔ انکوائری کمیشن کے سامنے پیش ہونے والے تمام ذمہ داران حقائق چھپانے اور ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ وزیراعلیٰ پنجاب کا پولیس کو پیچھے ہٹنے کا حکم ثابت نہیں ہو سکا۔ انہوں نے اپنی 17 جون 2014ء کی پریس کانفرنس میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ رانا ثناء اللہ اور ہوم سیکرٹری نے بھی اپنے بیان حلفی میں وزیراعلیٰ پنجاب کے حکم کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ حکم ثابت ہو سکا۔ جسٹس باقر نجفی کمیشن نے لکھا کہ افراد جھوٹ بولتے ہیں مگر حالات اور واقعات نہیں۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے عوامی تحریک کے ذمہ داران سے کہا میرا کنٹینر 24 گھنٹے تیار رکھیں۔ اس میں مظلوموں کی مدد کا بہت سارا سامان ہے۔ کارکن بھی تیار رہیں، کسی وقت بھی نکلنے کی کال دے سکتا ہوں۔ میں نے عمرہ پر جانا تھا، یہ فیصلہ تبدیل کر دیا، عمرہ ایک نفلی عمل ہے جبکہ مظلوموں کیلئے انصاف کی جدوجہد کرنا فرض ہے۔ عجلت میں کوئی فیصلہ نہیں کرینگے۔ انصاف کے راستے میں رکاوٹ محسوس ہوئی تو دھرنے کی کال بھی دینگے۔

انہوں نے کہا کہ میری پی ایچ ڈی کریمنالوجی پر ہے، ساری عمر لاء پڑھایا۔ قانون اور جرم کے فلسفے کو سمجھتا ہوں۔ پنجاب حکومت نے عدالت کے حکم پر جو رپورٹ جاری کی ہے وہ شہباز شریف اور رانا ثناء اللہ کو مجرم ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ رپورٹ کے نامکمل ہونے کا پروپیگنڈا دھوکا دہی پر مبنی ہے۔ رپورٹ میں جگہ جگہ ذمہ داروں کا تعین کیا گیا ہے۔ جسٹس باقر نجفی نے کمیشن کی کارروائی کا آغاز کرتے وقت پنجاب حکومت کو انکوائری ایکٹ کے سیکشن 11 کے تحت خط لکھا تھا کہ مجھے ذمہ داروں کے تعین کیلئے بھی اختیارات دیئے جائیں جو شہباز شریف کے حکم پر نہیں دیئے گئے۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا کہ رپورٹ میں یہ رقم ہے کہ بیریئر عدالت کے حکم پر لگے تھے اور 16 جون 2014ء کی میٹنگ کا ایجنڈا ڈاکٹر طاہر القادری کی وطن واپسی تھا اور اس میٹنگ میں شریک سب جانتے تھے کہ بیریئر عدالت کے حکم پر

لگے تھے۔ باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کا صفحہ 66 اور 67 انتہائی اہم ہے۔ جسٹس باقر نجفی کمیشن نے لکھا کہ پولیس کی نفری اور غیر مسلح کارکنوں کے درمیان کوئی توازن، تناسب نظر نہیں آتا، یعنی اگر یہ آپریشن بیریئر ہٹانے کا تھا تو پولیس کی اتنی بھاری مسلح نفری کیوں بھیجی گئی۔ رپورٹ کے مطابق گولی چلانے کا حکم کم از کم اے ایس پی، ڈی ایس پی یا ایس پی کی سطح کا افسر دیتا ہے مگر کمیشن میں پیش ہونے والے تمام ذمہ داران سے سوال کیا گیا کہ گولی چلانے کا کس نے حکم دیا تو سب خاموش رہے اور حقائق کو چھپاتے رہے۔ جسٹس باقر نجفی نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ یہ طے شدہ سمجھوتا تھا کہ کوئی کمیشن کو معلومات فراہم نہ کرے۔

باقر نجفی کمیشن رپورٹ کا پبلک ہونا انصاف کی طرف ایک اہم پیش رفت ہے، اس کا سہرا شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی استقامت کے سر ہے

ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ کمیشن کی رپورٹ کے صفحہ 68 پر لکھا ہے حالات بتاتے ہیں کہ پیچھے کوئی آرڈر دینے والا تھا جس کی تعمیل کے سب پابند تھے۔ انہیں یہ ٹاسک دے کر بھیجا گیا تھا کہ ہر حال میں مقصد حاصل کرنا ہے، چاہے کتنی ہی لاشیں کیوں نہ گرانی پڑیں۔ سچ کو دفن کرنے کی کوشش کی جاتی رہی۔ کمیشن نے یہ بھی لکھا کہ حقائق وہ نہیں ہیں جو کمیشن کے سامنے پیش ہونے والے ذمہ داران بتانے کی کوشش کرتے رہے بلکہ حالات اس کے برعکس ہیں۔ کمیشن نے اس بات پر بھی تشویش کا اظہار کیا کہ آئی جی مشتاق سکھیرا کو کن وجوہات کی بنا پر ہنگامی طور پر تعینات کیا گیا اور ڈی سی او لاہور کو ٹرانسفر کیا گیا؟

انہوں نے کہا کہ گریڈ 22 کے افسر کی تقرری اور ایک صوبے سے دوسرے صوبے ہونے والی تعیناتی وزیراعظم کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مشتاق سکھیرا کی تعیناتی نواز شریف کے سانحہ سے تعلق کو قائم کرتی ہے۔ شہباز شریف نے جھوٹا بیان حلفی دیا کہ مجھے ٹی وی کے ذریعے 17 جون 2014ء صبح ساڑھے نو بجے علم ہوا حالانکہ وزیراعلیٰ کے پرنسپل سیکرٹری ڈاکٹر توقیر شاہ 16 جون کی میٹنگ میں شریک تھے اور انہوں نے شہباز شریف کا پیغام اور ارادہ شرکاء تک پہنچایا۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا کہ جسٹس باقر نجفی نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ بیریئر پولیس کی نگرانی میں لگے اور پولیس ان بیریئر کی حفاظت بھی کرتی رہی اور تین سال میں کسی ایک شہری کی طرف سے ان بیریئر کی وجہ سے کوئی شکایت ریکارڈ پر نہیں آئی۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا کہ جسٹس باقر نجفی کمیشن کی طرف سے یہ کہنا کہ سابق آئی جی خان بیگ کو بدلنے جانے کی وجوہات بیان نہیں کی گئیں۔ ان پر نااہلی یا کوئی اور محکمانہ کوتاہی کا الزام نہ تھا۔ جسٹس باقر نجفی نے صفحہ 69 پر لکھا کہ حقائق حکومتی موقف کے برعکس نظر آتے ہیں۔ انہوں نے رپورٹ کے آخر میں ایک اہم جملہ بھی لکھا کہ رپورٹ پڑھنے والا خود ذمہ داری فکس کر لے گا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ دار کون ہیں۔

انہوں نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ دار اب سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ سب پارٹیاں رابطے میں ہیں۔ تحریک انصاف اور پاکستان پیپلز پارٹی بھی میرے دائیں، بائیں ہونگی۔ جماعت اسلامی، پاکستان مسلم لیگ، مجلس وحدت المسلمین، پاک سرزمین پارٹی، سنی اتحاد کونسل سمیت دیگر جماعتیں ہماری ساتھ ہونگی۔ ہمیں اس مرتبہ کالے کوٹ والوں کی بھی بھرپور مدد اور حمایت حاصل ہے۔ دو ٹکے کی نوکری کیلئے وزیر جھوٹ بول رہے ہیں۔ ان وزارتوں کیلئے ضمیر گروی رکھ رہے ہیں جن کے ختم ہونے میں چند دن باقی ہیں۔ جھوٹ بولنے والے یاد رکھیں کہ اللہ کی عدالت بھی لگنی ہے، وہ پیسوں کیلئے اور دنیا داری کیلئے اپنے ضمیروں کا سودا مت کریں، سچ کا ساتھ دیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا کہ سپیکر قومی اسمبلی کہتے ہیں کوئی پلان بن رہا ہے، کوئی پلان نہیں بن رہا، اللہ کا گریٹر انتقام شروع ہو چکا ہے۔ سابق نااہل وزیراعظم! آپ نے انسانیت کا قتل عام کیا، اس ملک میں جمہوریت اور آئین کا قتل عام کیا، آپ نے اس ملک کے آئینی، اخلاقی اور جمہوری طرز

جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کا آنا اللہ کے گریٹر انتقام کا آغاز ہے اب معاشرے کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ حرمتِ انسانیت اور خونِ ناحق کا قرآن و سنت اور آئین کے مطابق انتقام لینے کیلئے اکٹھے ہوں

حکومت اور اقدار کا قتل عام کیا، آپ نے معاشرے سے انسانی اقدار اور شرافت کا قتل عام کیا، آپ نے صداقت، دیانت کا قتل عام کیا اور اب ان سارے جرائم کا عدالت نے آپ کو سٹیفکیٹ بھی دے دیا، آپ نے اداروں کو بے توقیر کیا، ان سے احترام اور آزادی کو چھین لیا، آپ نے قانون سے سکت اور طاقت چھین لی، آپ نے انسانیت سے جینے کا حق چھین لیا اور ماؤں، بہنوں، بیٹیوں سے عزت اور ان کی زندگی بھی چھینی، آپ نے اس دھرتی سے انسانی حقوق چھین لیے، آپ نے آئین سے اس کی روح چھین لی، اس کے نتیجے میں قانون، انصاف، شفافیت اور انسانیت کے قتل عام ہونے پر اللہ کے گریٹر انتقام کا آغاز ہوا۔ یہ پانامہ بھی اسی گریٹر انتقام کا حصہ ہے۔جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کا آنا بھی اسی انتقام کا حصہ ہے۔ اب معاشرے کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ حرمت انسانیت اور خون ناحق کا قرآن و سنت اور آئین کے مطابق انتقام لینے کیلئے اکٹھے ہوں۔

انہوں نے کہا کہ میں یہ بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں ڈاکٹر طاہر القادری کے پاس عوامی احتجاج کا آپشن زیر غور نہیں ہے۔ میں اپنے فیصلے خود کرتا ہوں۔ میرے پاس عوامی احتجاج کا آپشن ہے اور میں اپنی پلاننگ کے مطابق چل رہا ہوں۔ہم پہلے قانونی آپشنز پر عمل کر رہے ہیں۔ یہ بھی سن لیں کہ قانونی آپشنز ہمارے تمام آپشنز نہیں ہیں۔ سیاسی آپشن بھی ہے، عوامی اور احتجاجی آپشن بھی ہے۔ قاتلوں لٹیروں اور بربریت کرنے والوں پر مکمل انصاف ملنے تک دباؤ بڑھاتے چلے جائینگے۔ انہوں نے کہا کہ انسانی حرمت پر یقین رکھنے والی تمام جماعتیں سانحہ ماڈل ٹاؤن پر ظلم کے خلاف ہمارے ساتھ ہیں۔ ناحق قتل عام پر جن کا دل دھڑکا، جن کی آنکھیں بھیگیں، جنہیں ان ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کا درد ہے وہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہم پرامن لوگ ہیں، پہلے قانون کا سہارا لیتے ہیں پھر احتجاج کرتے ہیں۔ ہم نے کبھی گملہ نہیں توڑا ،ہمارے لاکھوں افراد بھی ڈسپلن کے ساتھ احتجاج کرتے ہیں، پرامن احتجاج ہمارا آئینی حق ہے، اگر انصاف کے معاملے میں قاتل حکمرانوں نے مزید روڑے اٹکائے تو پھر فیصلہ کن اور زور دار احتجاج ہوگا۔ آج نواز شریف کہتا ہے مجھے کیوں نکالا، بہت جلد شہباز شریف بھی کہے گا مجھے کیوں لٹکایا؟ شہیدوں کا خون قاتلوں کو انجام تک پہنچائے گا۔

اظہار خیال ماہرین قانون

☆ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے احمد اویس سابق صدر لاہور ہائیکورٹ بار نے کہا کہ میں نے رپورٹ کے ہر صفحے پر خون کے چھینٹے دیکھے، یہ بیریئر نہیں ڈاکٹر طاہر القادری کی تحریک کو ختم کرنے کا آپریشن تھا۔گناہگاروں کے نام لکھنے سے جسٹس باقر نجفی کو روکا گیا۔ رانا ثناء اللہ نے لاقانونیت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ورثاء کو انصاف دلوانے کے عزم کے ساتھ اس کنونشن میں شریک ہوئے ہیں۔ پاکستان قانون کی بالادستی کیلئے حاصل کیا گیا،ظلم کے خاتمے اور اصول پر اکٹھے ہوئے ہیں۔ ظالموں کے محاسبہ کیلئے جان بھی دینا پڑی تو وکلاء پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ یہ کرپٹ بھی ہیں، ظالم بھی اور بزدل بھی۔ جسٹس باقر نجفی نے عدل کا علم بلند کیا ہے۔

☆ سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ جسٹس(ر) جاوید نواز گنڈاپور نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جسٹس باقر نجفی نے کینسر ایکسپرٹ کی طرح مرض کی تشخیص کی ہے اور بتا دیا کہ ذمہ دار کون ہے لہٰذا اب اس مرض کا علاج چھوٹے موٹے آپریشن سے نہیں بڑے آپریشن سے ہوگا۔

☆ ارشد جہانگیر جھوجھ ایڈووکیٹ نے خطاب کرتے ہوئے

کہا کہ نجفی کمیشن رپورٹ میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ذمہ داروں کو سزائیں کیسے ملتی ہیں؟ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا نہیں ملے گی تو سوسائٹی میں امن نہیں آئے گا۔ وکلاء برادری مظلوموں کو انصاف دلوانے کیلئے جامع حکمت عملی طے کرے۔

☆ جسٹس (ر) پرویز عنایت نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ظلم کو دیکھنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ جہاں عدل نہ ہو وہاں قومیں اور معاشرے اور ریاستیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ علی باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ استغاثہ اور ایف آئی آر کو اکٹھا کریں اور سارے معاملہ کی تحقیق کی جائے۔ پیپلز پارٹی پہلے دن سے اس ظلم پر مظلوموں کے ساتھ ہے۔ اب تو ہمارے صدر آصف زرداری کا بھی حکم آ گیا ہے۔ جنرل ضیاء کی اولاد نے صرف ظلم کرنا سیکھا ہے۔

☆ محمد اظہر صدیق ایڈووکیٹ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مظلوموں کی آہ عرش تک جاتی ہے، آج وقت کے فرعون اور قارون ذلیل و رسوا ہورہے ہیں۔ ایسے سیاسی لیڈر کی ضرورت ہے جسے مذہب کا بھی علم ہو۔ رپورٹ نے ثابت کر دیا کہ یہ قتل و غارت گری اور دہشت گردی تھی جبکہ بیریئر قانونی تھے۔ اشرافیہ، حکومت اور ریاست باہم متصادم ہیں۔

☆ سابق صوبائی وزیر چودھری غلام عباس نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جس ملک میں ایف آئی آر کے اندراج کیلئے فوج کے سربراہ کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے اور پھر بھی انصاف نہ ہو تو ایسے ملک میں فیصلے سڑکوں پر ہوتے ہیں۔ پوری قوم سانحہ ماڈل ٹاؤن کا انصاف چاہتی ہے۔

☆ پیر مسعود احمد چشتی ایڈووکیٹ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن ریاستی دہشتگردی کی بدترین مثال ہے۔

☆ فرحان مصطفیٰ جعفری ایڈووکیٹ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہداء کے انصاف کیلئے ڈاکٹر طاہر القادری اور شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے ساتھ ہیں، سانحہ کے ملزمان کیفر کردار تک پہنچنے چاہئیں۔

☆ عامر راں ایڈووکیٹ سیکرٹری لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن نے کہا کہ قاتلوں کے نام سن سن کر تھک چکے ہیں، ڈاکٹر صاحب تحریک کی کال دیں تاکہ قاتلوں کو ان کے انجام تک پہنچائیں۔ ہائیکورٹ بار اور پورے ملک کے وکلاء آپ کے ساتھ ہونگے۔

کمیشن کی رپورٹ سے واضح ہے کہ منہاج القرآن سیکرٹریٹ کے اردگرد سے بیریئر ہٹانا محض عنوان تھا، اصل ایجنڈا قائد انقلاب کی وطن واپسی کو روکنا اور احتجاج کے آئینی حق کو کچلنا تھا

☆ راشد جاوید لودھی وائس پریذیڈنٹ لاہور ہائیکورٹ بار نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ماڈل ٹاؤن کے مظلوموں کی جنگ اب کالے کوٹ والے لڑیں گے۔ گولیاں چلانے والوں نے سمجھا شاید وہ اس خونریزی سے اقتدار بچا لیں گے مگر آج اقتدار کے ساتھ ساتھ ان کی ہر چیز کی خاک اڑ رہی ہے۔ ساڑھے تین سال تک مظلوموں کو انصاف نہیں ملا کیا اسے ریاست نظام اور ادارے کہتے ہیں۔ کمیشن نام نہیں لکھتے صرف حقائق جمع کرتے ہیں۔ جلیانوالہ باغ کے بعد سانحہ ماڈل ٹاؤن ریاستی دہشتگردی کا دوسرا بڑا سانحہ ہے۔

☆ نظامت کے فرائض اشتیاق چودھری ایڈووکیٹ اور ایم ایچ شاہین ایڈووکیٹ نے انجام دیئے۔ وکلاء کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے ایک ڈاکومنٹری بھی دکھائی گئی جس میں پولیس کو فائرنگ کرتے اور انسانیت سوز تشدد کرتے دکھایا گیا، ڈاکومنٹری دیکھ کر وکلاء آبدیدہ ہوگئے۔ خرم نواز گنڈاپور نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔

اس موقع پر چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان، جی ایم ملک، سید الطاف حسین شاہ، فیاض وڑائچ، بشارت جسپال، نعیم الدین چودھری ایڈووکیٹ، شکیل ممکا ایڈووکیٹ، سردار غضنفر حسین ایڈووکیٹ، لہراسب گوندل ایڈووکیٹ، جواد حامد، ساجد محمود بھٹی، و دیگر رہنماؤں نے شرکت کی۔ ❁❁❁❁❁

قصاص سماج اور فرد کی حیات کی ضمانت ہے

قانونِ قصاص کسی فرد کا نہیں خالقِ فطرت کا بنایا ہوا قانون ہے

قصاص کے قرآنی فلسفہ پر خصوصی تحریر

پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف بشکل قصاص کا مطالبہ کرتے ہیں۔ قانونی حلقے قصاص کی اہمیت ،افادیت اور اس کے مذہبی پس منظر سے آگاہ ہیں تاہم تمام قارئین کیلئے تحریر کیا جارہا ہے کہ قصاص کیا ہے اور اس کا قرآنی فلسفہ کیا ہے؟

قانونِ قصاص ایک حکیمانہ قانون ہے جو کسی اور کا نہیں بلکہ خالق فطرت کا بنایا ہوا ہے۔ قصاص اسلام کے احکام سزا میں سے ہے جس کو قرآن مجید نے سماج کیلئے حیات جانا ہے۔ قصاص کے حکم کی قانون سازی، بے مقصد اور بے انصاف انتقاموں کو روکنے کیلئے نیز مجرموں کو عام شہریوں کے قتل کی جرات کرنے یا انہیں مجروح کرنے سے روکنے کے لئے کی گئی ہے جو سالم اور صحت مند سماج کی حیات، حفاظت اور عمومی راحت و آرام، ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری اور متقابل ذمہ داریوں پر مشتمل ہے۔ نیز یہ بات سماجی حیات کے ارکان اور اصول کی حفاظت سے وابستہ ہے۔ قصاص کا حکم مجرموں کے مقابلے میں سماج کے اہم رکن یعنی افراد کی جان کی حفاظت کیلئے وضع کیا ہے۔

اللہ تعالی کے قانون میں انسانی جان کو بے پناہ حرمت دی گئی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں جو تعلیمات ارشاد فرمائیں اس میں انسانی جان، مال اور آبرو کی حرمت کو بیت اللہ کی حرمت کے برابر قرار دیا۔

قتل دو طرح کا ہوا کرتا ہے:

ا۔ قتل عمد ۲۔ قتل خطا

قتلِ عمد جس میں قاتل پورے ارادے اور منصوبے سے قتل کرتا ہے جبکہ قتل خطا میں غلطی سے بغیر ارادے کے کوئی شخص ہلاک ہو جائے۔ پہلی صورت میں قانون یہ ہے کہ ایسا کرنے والے قاتل کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو اس نے مقتول کے ساتھ کیا۔ انسانوں کی غالب اکثریت نے اس معاملے میں اسی قانون پر عمل کیا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جس معاشرے میں اس قانون پر عمل کیا گیا، وہاں انسانی جان کی حرمت برقرار رہی۔ جس معاشرے نے بھی اس قانون سے منہ موڑا، اس کے نتیجے میں اس معاشرے میں انسانی خون پانی سے بھی سستا ہوا جس کے نتیجے میں پورا معاشرہ انتشار کا شکار ہوگیا۔اسی انتشار سے بچنے کے لیے قتل کے قصاص کو اللہ کی طرف سے بطور قانون حیات نازل کیا گیا جو اسلام کے احکام سزا میں سے ایک حکم ہے۔

لغت میں قصاص کے معنی کسی چیز کے اثر کے تلاش کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں جرم کے اثر کو ایسے تلاش کرنا کہ قصاص لینے والا ویسی ہی سزا مجرم کو دے جس طرح مجرم نے جرم انجام دیا ہے۔

قصاص ایک قدیم انسانی قانون ہے جو اس کے زمان ابلاغ سے لیکر ہمارے زمانے تک موجود ہے۔ جاہل عربوں کی رسم یہ تھی کہ اگر ان کے قبیلے کا کوئی فرد مارا جاتا تھا تو وہ یہ فیصلہ کرتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے وہ قاتل کے قبیلے کے افراد

☆ (ڈپٹی ڈائریکٹر میڈیا سیل PAT،MQI) ainulhaq70@gmail.com

کو مار ڈالیں اور یہ فکر اتنی وسعت پا چکی تھی کہ وہ ایک فرد کے مرنے کے ساتھ قاتل کے پورے قبیلے کو ختم کردیتے تھے، تب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی جس کے ذریعے قصاص کا باانصاف حکم بیان ہوا ہے کیونکہ یہ حالت وسیع طور پر انتقامی کیفیت اور طولانی لڑائیوں کا سبب بنتی تھی۔

لیکن اسلام نے قانون قصاص کو انتقامی قتل کا جانشین بنایا۔ اسلام ایک طرف اسے گلی کوچوں کی انتقامی کاروائیوں سے نکال کر عدالت اور قاضی کے دائرہ میں لایا اور اس طرح قصاص کو ایک غیر قانونی کام سے ایک ایسے عمل میں تبدیل کیا کہ جرم کی پہچان، مجرم اور جرم کے حدود کیلئے ایک عدالت قائم ہوجائے تاکہ ہر طرح کی سزا اسی کی نظارت میں عدل و انصاف کے ساتھ دی جائے۔ اسے انتقامی صورت حال سے نکال کر قصاص کا نام دیا، اوراس زمانے میں جن غلط قوانین نے سماج کو گھیر رکھا تھا انہیں ختم کردیا۔ ایک شخص کے مقابلے میں کئی لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنا انتقام لینا تھا اور ایسا اندھا انتقام کہ جو مجرم اور قاتل کے گھرانے تک ہی محدود نہیں رہتا تھا، جبکہ قرآن مجید (المائدہ:۴۵) بیان کرتا ہے:

''اور ہم نے توریت میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت ہے اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ اب اگر کوئی شخص معاف کردے تو یہ اس کے گناہوں کا بھی کفارہ ہوجائے گا اور جو بھی خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرے گا وہ ظالموں میں سے شمار ہوگا''۔

اگر تمہارا ایک شخص مار ڈالا گیا، تو تمہیں بھی اس کے مقابلے میں ایک ہی آدمی سے جو مجرم اور قصور وار ہے قصاص لینا چاہیئے۔ آج تک قصاص کے اس حکم کے بدلے کوئی بہتر حکم نہیں ہے کہ جس میں مقتولین کے پسماندگان راضی نظر آتے ہوں اور مجرم بھی مساوی طور پر ویسی ہی سزا دیکھے تاکہ دوسروں کے لئے عبرت کا سبق بن جائے اور لوگ آسانی سے قتل اور خون نہ بہائیں، یا دوسرے لوگوں کو مارنے کے بعد چند سال جیل کاٹ کر اور دوبارہ آزاد ہو کر لوگوں کو خطرے میں نہ ڈالیں۔

اسلام ہر موضوع میں مسائل کو حقیقت کے ساتھ دیکھتا ہے اور اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں کو جانچ لیتا ہے۔ بے گناہوں کے خون کے مسئلے میں بھی لواحقین کے حق کو بغیر کسی شدت یا سہل انگاری کے بیان کرتا ہے۔

قصاص کے قانون کی سب سے اہم دلیل جس کے ذریعے سماج کی حفاظت کو جانا گیا ہے، خداوند تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں قصاص کے فلسفے کے بارے میں فرمایا ہے:

''صاحبانِ عقل تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے کہ شاید تم اس طرح متقی بن جاؤ'' (البقرۃ ۱۷۹)

یعنی قصاص کا مقصد موت کے گھاٹ اتارنا نہیں ہے بلکہ مقصد حیات ہے، اس کا مقصد صرف امور کی ترمیم اور فرد یا سماج کو اپنی پہلی حالت پر لوٹا دینا ہے۔ اگر کوئی بغیر دلیل کے سماج کے قانونی ارکان کے بغیر قتل کا اقدام کرے تو سماجی حیات خطرے میں پڑتی ہے جبکہ قصاص سماج اور فرد کی حیات کی ضمانت ہے۔

بعض افراد حکم قصاص پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ قصاص اس بات کا سبب بنتا ہے کہ ایک اور آدمی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، جبکہ انسانی رحمت اور رافت اس بات کی متقاضی ہے کہ کسی جان کا نقصان نہ ہو۔اس کے جواب میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہاں، لیکن ہر طرح کی رافت اور رحمت پسندیدہ اور بامصلحت نہیں ہے اور ہر طرح کا رحم کرنا بھی فضیلت نہیں جانا جائے گا، کیونکہ کسی مجرم اور سخت دل انسان (جس کیلئے لوگوں کو قتل کردینا آسان کام ہے) پر رحم کرنا اور ایسے فرد پر جو نافرمان ہے اور جو دوسروں کے جان، مال اور عزت پر حملہ کرتا ہے، اس پر رحم کرنا نیک، شریف اور صالح افراد پر ستم کرنے کے برابر ہے۔ اگر ہم مطلق طور پر اور بغیر کسی قید و شرط کے رحم پر عمل کریں تو نظام میں فساد پیدا ہوگا اور انسانیت ہلاکت میں پڑ جائے گی اور انسانی فضائل تباہ ہوجائیں گے۔

اس طرح کے مارنے کو مارنا، مرنا اور مار ڈالنا نہ کہیں بلکہ اس کو حیات اور زندگی سمجھیں، نہ صرف اس فرد کی حیات بلکہ سماج کی حیات، یعنی ایک مجرم کے قصاص سے، آپ نے سماج کے افراد کی حیات کو محفوظ کردیا، اگر آپ قاتل کو نہیں روکیں گے تو کل وہ ایک اور آدمی کو مار ڈالے گا، کل ایسے کئی آدمی نکلیں گے

جو متعدد آدمیوں کو مار ڈالیں گے، اس کو آپ سماج کے افراد کا کم ہونا مت جانیں، یعنی قصاص کے معنی انسان کے ساتھ دشمنی کا نہیں ہے بلکہ یہ انسان کے ساتھ دوستی کرنے کا نام ہے۔

پس اگر انسان اخلاقی کمال کو پہنچ جائے تو وہ سمجھ جائے گا کہ قصاص انفرادی اور اجتماعی حیات کی فراہمی ہے اور دوسرے اعتبار سے بھی ایک انسان کا کم ہونا کئی انسانوں کے کم ہونے پر ترجیح رکھتا ہے، کیونکہ مقصد موت کے گھات اتارنا نہیں ہے بلکہ مقصد حیات ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے سارے بندوں کی نسبت زیادہ رحم کرنے والا ہے، اسی لئے آیۃ کریمہ متفکر افراد اور انسانوں کے ذہنوں کو خطاب کرتی ہے نہ کہ احساسات اور عواطف کے ساتھ۔ ارشاد فرمایا:

''قصاص تمہارے لئے حیات اور زندگی ہے اے صاحبان عقل!''

پاکیزہ اور صحت مند و سالم سماجی حیات عمومی آرام، محفوظ حقوق اور ذمہ داریوں کے ساتھ جڑی ہوئی ہے اور عمومی آرام اور حفاظت، سماجی حیات کے اصول اور بنیادی ارکان کی حفاظت سے جڑے ہوئے ہیں۔ سماجی حیات دین، جان، مال، احترام، انسانی عزت اور انسانی عقل پر مشتمل ہے، یہ اصول جو امام غزالی کے بعد ہمارے علماء اور فقہاء کی توجہ کا مرکز بنے، واقعی طور پر ایک صحت مند سماج کی بنیادوں کو تشکیل دیتے ہیں اور جو اجزاء اور مجموعے اس کے ذیل میں موجود ہیں وہ سماج کی سبھی معتبر اور اہم مصلحتوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

مندرجہ بالا مطالب کو مدنظر رکھ کر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اسلام کے احکامِ سزا کا مقصد یا اس کا اہم ترین ہدف دینی اور سماجی نظام کی حفاظت ہے اور یہ بلند مقصد صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان اصلاح اور تربیت کے ذریعے یا سزاؤں کے ڈر سے ایسے اعمال کا مرتکب نہ ہو جن سے اجتماعی نظام کو نقصان پہنچتا ہے۔

بعض قلم نگاروں کے قلم یہ بھی یاد دلاتے رہتے ہیں کہ قصاص میں قاتل کا تعین بھی ضروری ہے۔ بالکل درست، سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتل بھی متعین ہے اور وہ اس طرح کہ کیمرے کی آنکھ نے یہ سارا واقعہ محفوظ کر لیا تھا اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ پوری دنیا عینی شاہد ہے کہ گولیاں کون چلا رہا تھا۔ فرعون نما حکمرانوں کا لواحقین کی ایف آئی ار درج نہ ہونے دینا اور تین وفاقی وزراء کا سیشن کورٹ کے فیصلے کو ہائی کورٹ میں چیلنج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قاتل حکمران ہیں۔

دوسری دلیل جو قاتل کا تعین کرتی ہے کہ اس واقعے کے فوراً بعد وزیر اعلیٰ پنجاب نے انکواری کے لیے ایک جوڈیشل کمیشن بنایا اور ساتھ ہی اعلان کیا کہ اگر یہ کمیشن ہمیں ذمہ دار ٹھہرائے گا تو میں فوری مستعفی ہو جاؤں گا۔ وقت نے ثابت کیا کہ پاکستان عوامی تحریک کے عدم تعاون کے باوجود اس کمیشن نے پنجاب حکومت کو براہ راست ذمہ دار ٹھہرا دیا ہے کہ اس قتلِ عام کے پیچھے وہ لوگ ہیں جن کے اقتدار کو ڈاکٹر طاہر القادری کی طرف سے چلائی گئی تحریک سے خطرہ تھا اور صاف ظاہر ہے وہ کون تھے۔ رپورٹ میں واضح مجرم ٹھہرائے جانے کے باوجود مکار حکمران طرح طرح کی چالیں چل کر عوام الناس کی توجہ اس رپورٹ کے مضمرات سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں مگر یاد رکھیں کبوتر بلی کو سامنے دیکھ کر اگر آنکھیں بند کر لے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُسے موت نہیں آئے گی۔

تیسری دلیل کہ اگر اس واقعے کی ذمہ دار پولیس تھی تو اس وقت تک کتنے پولیس والوں کو سزا ملی۔ پولیس والوں کو سزا نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ حکمران پولیس کو سزا سے بچا رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پولیس والے اپنی جان بچانے کے لیے سچ اگل دیں، لہذا بتائیں پھر قاتل کون ہوا؟

چوتھی دلیل یہ ہے کہ اس واقعے کے دوران گاڑیاں توڑنے والے ایک شخص (گلو بٹ) کو تو کورٹ نے نو سال کی سزا سنا کر فوری جیل بھیج دیا مگر واقعے کے اصل قاتلوں کی خبر تک نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قاتل وقت کا فرعون ہے جس سے انصاف دینے والے ادارے بھی ڈرتے ہیں۔

لہذا تحریک قصاص کے ذریعہ ہم انصاف لینے کے لیے نکل چکے ہیں اور انشاء اللہ مرحلہ وار یہ تحریک زور پکڑے گی اور اس سانحے کے ذمہ داروں کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیں گے۔

سربراہ عوامی تحریک سے شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی ملاقات

شہداء کے ورثاء کی استقامت سے قاتلوں کے چہرے بے نقاب ہوئے

تاریخ ظالموں اور ظلم کا مقابلہ کرنے والوں کو یاد رکھے گی

رپورٹ: رمیض حسین

پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے 16 دسمبر کو شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء، اسیران انقلاب مارچ اور زخمیوں سے تفصیلی ملاقات کی۔ انہوں نے ملاقات کے دوران گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ظالم بالآخر انجام تک پہنچیں گے، اللہ کی مدد اور نصرت ہمیشہ مظلوموں کے ساتھ رہی ہے۔ اللہ کے فیصلوں کے نفاذ میں تاخیر تو ہوسکتی ہے مگر وہ ٹل نہیں سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب امت کی اصلاح کا ہر آپشن استعمال کر چکے، اللہ کے احکامات پہنچا چکے مگر فرعون کے ظلم و بربریت میں کوئی کمی نہ آئی، فرعون بچے ذبح کرتا تھا، اللہ کے احکامات کو علی الاعلان توڑتا تھا، ہر ظلم کرتا تھا مگر قوم کی اکثریت فرعون کے مظالم کے ساتھ سمجھوتا کر چکی تھی، فرعون کے مظالم میں رچ بس گئی تھی، ان کے اندر سے مزاحمت دم توڑ چکی تھی، سچ اور جھوٹ کا فرق بھول گئی تھی، جب فرعون کے مظالم اور قوم کے غالب طبقہ کی بے حسی حد سے بڑھی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی تباہی کی دعا کی جو بالاآخر 40 سال کے بعد قبول ہوئی۔ اگر فرعون کے زیر اثر عوام ظلم سے مفاہمت نہ کر لیتے تو یقیناً اللہ کی مدد و نصرت بلا تاخیر پہنچتی۔

شاید آج ہمارے حالات بھی اس سے جدا نہیں ہیں۔ اشرافیہ ملکی دولت لوٹتی رہی اور لوٹ رہی ہے، کروڑوں بچے تعلیم، صحت سے محروم ہیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان روزگار سے محروم ہیں، اشرافیہ کے حاشیہ بردار نالائق اور کم تعلیم یافتہ برسر روزگار ہیں، انصاف ناپید ہے، شریف النفس شہریوں کا جینا دوبھر ہو چکا ہے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا تصور ایک نظام بن کر عملی شکل میں نافذ ہو چکا ہے اور جب بھی الیکشن ہوتے ہیں یہی ظلم کرنیوالا ٹولہ منتخب ہو کر اسمبلیوں میں آجاتا ہے، اگرچہ ان کی جیت کے اور بھی بہت سارے عوامل ہیں مگر اس میں قوت محرکہ عوام ہیں۔ جب عوام ظلم کے خلاف مزاحمت نہیں کریں گے تو ظلم پنپتا اور پروان چڑھتا رہے گا۔

جب مظلوم ظلم کو قبول کر لے، خوف، مصلحت اور لالچ کا شکار ہو جائے تو اس سے ظالم طاقتور ہوتا ہے۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء نے وقت کے فرعونوں اور نمرودوں سے ٹکر لے کر ڈٹے رہنے کے حوالے سے جرأت و بہادری اور استقامت کی نئی تاریخ رقم کی۔ یہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی استقامت ہے کہ آج طاقتور قاتلوں کے گرد قانون کا شکنجہ سخت ہو رہا ہے اور وہ نشان عبرت بن رہے ہیں۔ جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ ان کی استقامت کا نتیجہ ہے۔

بلا شبہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء نے انصاف اور عدل کی جنگ میں اپنے پیاروں کو کھو دینے کے علاوہ بھی بہت قربانیاں دیں۔ انہوں نے کروڑوں روپے کی پیشکشوں کو ٹھوکر ماری، ہر قسم کے خوف و لالچ کو مسترد کیا۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کی قربانیاں اس ظالم نظام کے خلاف تھیں، اس ظلم پر مبنی نظام کے خلاف تھیں اور یہ قربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جائینگی۔ جسٹس باقر نجفی کمیشن کی

رپورٹ کا پبلک ہونا انصاف کی طرف ایک اہم پیشرفت ہے۔ یہ رپورٹ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے پرعزم رہنے کا نتیجہ ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ انہی پرعزم ورثاء سے مل کر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں کو ان کے منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔

اس موقع پر ورثاء کا کہنا تھا کہ ہمیں حکمرانوں کی طرف سے ڈرایا اور دھمکایا بھی گیا، کروڑوں روپے کی پیشکشیں بھی کی گئیں، ہمارے دروازوں پر پولیس افسران اور سیاسی ٹاؤٹوں کو بھی بھیجا گیا۔ بیرون ملک بھجوانے اور پرکشش نوکریوں کے وعدے بھی کیے گئے مگر ہم جس قائد تحریک اور مشن سے وابستہ ہیں وہ انمول ہے۔ ہمیں اپنے قائد ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور ان کے مشن پر فخر ہے۔ اسی مشن کی برکت سے اللہ نے ہمیں حوصلہ دیا اور ہم وقت کے یزیدوں سے بلاخوف وخطر ٹکرائے اور ان کے ظلم پر مبنی بیانیہ کو شکست دی۔ ابھی مکمل انصاف ہونا باقی ہے۔

ہمارے قائد ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ہمیشہ ایک شفیق باپ کی طرح ہمارا خیال رکھا، انقلاب کے عظیم مقصد کیلئے ہماری اور ہماری آئندہ نسلوں کی جانیں بھی حاضر ہیں۔

اس موقع پر پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے سانحہ APS کے شہداء کے لیے بھی اظہار خیال کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ کب تک ہم اپنے شہید گنتے رہیں گے؟ جب تک یہ ظالم نظام اور اس کے محافظ مسلط ہیں ہمارے بچے شہید ہوتے رہیں گے، ماؤں کی گودیں اجڑتی رہیں گی۔ سانحہ اے پی ایس کے بعد پوری قوم نے اپنے اختلافات پس پشت ڈال کر دہشتگردی کے خاتمے کے لیے ایک قومی ڈاکومینٹ تیار کیا تھا جس کا نام قومی ایکشن پلان رکھا گیا۔ اس قومی ایکشن پلان کو ناکام بنا کر حکمرانوں نے معصوم شہید بچوں کے خون سے غداری کی اور ہر دن اس پلان کو ناکام بنانے میں گزارا۔

نیشنل ایکشن پلان کے خلاف کام کرنے کے حوالے سے حکمرانوں کے اصل چہرے کو جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کمیشن کی رپورٹس میں دیکھا جا سکتا ہے۔ غیر ملکی فنڈنگ بند نہ کر کے، پنجاب میں آپریشن کا راستہ روک کر، فوجی عدالتوں کے خلاف منفی مہم چلا کر اور پولیس سمیت لاء انفورسمنٹ ایجنسیز کے اندر اصلاحات نہ لا کر دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ حکمرانوں نے ہر دن ایکشن پلان کو ناکام کرنے میں گزارا اور نااہل وزیراعظم نے دہشت گردوں کے خلاف لڑنے والی واحد فورس آرمی کے خلاف لڑتے ہوئے چار سال گزارے۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے مزید کہا کہ آج قوم دوہرے، تہرے دکھوں اور غموں کا شکار ہے۔ جہاں ہمیں دہشتگردی کی جنگ میں 73 ہزار سے زائد جانی قربانیاں کا غم ہے وہاں پاکستان کے دولخت ہونے کا بھی دکھ ہے۔ قومیں سانحات سے سیکھتی ہیں اور مستقبل کا لائحہ عمل طے کرتی ہیں مگر نااہل، کرپٹ اور ابن الوقت حکمرانوں نے سانحہ اے پی ایس اور سانحہ مشرقی پاکستان سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ سانحہ مشرقی پاکستان کا واحد سبق یہ تھا کہ پاکستان کو معاشی اور دفاعی اعتبار سے پاؤں پر کھڑا کیا جاتا اور غیروں پر انحصار ختم کر دیا جاتا، مگر آج پاکستان تاریخ کے بدترین قرضوں کے بوجھ تلے ہے اور حکمران ٹولہ فوج کے خلاف جنگ کرنے اور اسے بدنام کرنے میں مصروف ہے۔ دہشتگردی کے خاتمے کا ایک پہلو گڈ گورننس، وسائل کی منصفانہ تقسیم، قیادت کا صادق وامین ہونا بھی ہے۔ انسانی حقوق کا احترام، بیروزگاری کا خاتمہ بھی ہے۔ مگر یہ وہ سارے عوامل ہیں جنہیں بہتر بنانے کی بجائے حکمرانوں نے مزید تباہ کرنے میں حصہ ڈالا۔ یہ ظالم نظام جب تک موجود رہے گا بہتری ناممکن ہے۔ اب تو اداروں کے سربراہان بھی نظام کی اصلاح کی بات کررہے ہیں اور یہی بات ہم 3 دہائیوں سے کررہے ہیں۔

جیلیں کاٹنے والے اسیران کو ڈاکٹر طاہرالقادری نے استقامت پر زین العابدین میڈلز بھی دیئے اور شہداء کے بچوں کو بھی پیار کیا۔ سربراہ عوامی تحریک نے ملاقات کے بعد شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے ہمراہ شہداء کی یادگار پر پھولوں کی چادر چڑھائی اور ان کے درجات کی بلندی کیلئے دعا کی۔

اس موقع پر سیکرٹری جنرل خرم نواز گنڈاپور، نائب ناظم اعلیٰ کوآرڈینیشن رفیق نجم، ڈائریکٹر منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن سید امجد علی شاہ، امیر لاہور حافظ غلام فرید، ناظم لاہور اشتیاق حنیف مغل، نعیم الدین چودھری ایڈووکیٹ اور طیب ضیاء بھی موجود تھے۔

❁❁❁❁❁

آل پاکستان وکلاء کنونشن

شہدائے انقلاب کے ورثاء سے قائد انقلاب کی ملاقات

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN JAN-2018
LAHORE
Regd CPL No.41

سیرت و فضائلِ نبوی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل عظیم ذخیرۂ علم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے سینکڑوں خطابات کی DVDs، Audio CDs، VCDs
اور تصانیف سے استفادہ کیجیے

ایسا انسائیکلوپیڈیا جو دلوں کی ویران بستیاں آباد کرنے کے ساتھ ساتھ
ذہنِ جدید میں پیدا ہونے والے اِشکالات کے مدلّل جواب دیتا ہے
اور اِصلاحِ اَحوال و اِحیائے اُمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔